SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Tuesday, December 30, 2003

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at fifty eight minutes past nine in the morning with Mr. Chairman (Mr. Mohammedmian Soomro) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قل ھو اللہ احد ہ اللہ الصمد ہ لم یلد ولم یولد ہ ولم یکن لہ کفوآ احدہ

(ترجمہ) کہہ وہ اللہ ایک ہے ۔ اللہ بے نیاز ہے ۔ نہ اس نے (کسی کو) جنا، اور نہ (کسی سے) جنا گیا۔ اور کوئی بھی اس کا ہمسر نہیں ہے۔

(سورہ اخلاص)

LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - اللھم صلی علیٰ محمد و علیٰ آل محمد۔

I now read out the leave applications.

جناب ایاز خان مندوخیل گزشتہ چھٹے اجلاس کے دوران مورخہ ۲۶ دسمبر کو علالت کے باعث اجلاس میں شرکت نہیں کرسکے۔ اس لئے انہوں نے ایوان سے اس تاریخ کے لئے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سیدمراد علی شاہ گزشتہ چھٹے اجلاس کے دوران مورخہ ۱۲ دسمبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کرسکے۔ اس لئے انہوں نے اس تاریخ کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب نثار اے میمن گزشتہ چھٹے اجلاس کے دوران مورخہ ۲۶ دسمبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کرسکے۔ اس لئے انہوں نے اس تاریخ کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سید سجاد بخاری پانچویں اجلاس کے دوران مورخہ ۲۲ ستمبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کرسکے۔ اس لئے انہوں نے اس تاریخ کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا یہ ایوان ان کی رخصت منظور کرتا ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

POINT OF ORDER; RE: PRIVATIZATION OF HABIB BANK

پروفیسر خورشید احمد: Point of order.

جناب چیئرمین: جی پروفیسر خورشید احمد on point of order.

پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! کل ہم نے حبیب

بنک کی privatization کے بارے میں گفتگو کی تھی اور ایوان نے consensus سے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ اس پر ایوان کو گفتگو کرنی ہے اور Leader of the House کی تحریک پر میں نے یہاں پر motion بھی move کر دیا ہے لیکن آج کے اخبارات سے اندازہ ہو رہا ہے کہ حکومت اس معاملے میں بہت تیزی سے آگے بڑھنا چاہ رہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ ملک کے مفاد میں بھی نہیں ہے اور ایوان میں کل جو بحث ہوئی ہے اور کسی ایک طرف سے نہیں بلکہ دونوں sides نے جن reservations کا اظہار کیا ہے' اس کے بعد اس وقت یہ ضروری ہے کہ حکومت اس سلسلے میں کوئی فیصلہ ایوان میں discussion سے پہلے نہ کرے۔ اس لئے میں وزیر اعظم صاحب سے' وزیر خزانہ سے اور Cabinet سے آپ کے توسط سے درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ اس معاملے کا فیصلہ نہ کیا جائے جب تک کہ سینیٹ میں اس کے اوپر بحث نہ ہو جائے' سارے پہلو حکومت کے سامنے نہ آ جائیں۔ مجھے پتا ہے کہ سینیٹ ان معاملات پر فیصلہ نہیں کر سکتا لیکن یہ سینیٹ ہی کا کام ہے یا اسمبلی کا کام ہے کہ وہ گورنمنٹ کو ان چیزوں کے بارے میں guide کرے۔ یہ بہت اہم قومی مسئلہ ہے' اس لئے میں آپ کے توسط سے چاہوں گا کہ وزیر اعظم صاحب' Cabinet اس معاملے میں کوئی فیصلہ نہ کریں جب تک کہ سینیٹ کے اندر تمام پہلوؤں کے اوپر گفتگو نہ ہو جائے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: میرا خیال ہے تاریخ پہلے announce ہو چکی تھی۔ بہرحال وسیم سجاد صاحب! یہ ذرا convey کر دیں later in the day جب Minister Sahib یہاں ہوں۔

FURTHER DISCUSSION ON THE CONSTITUTION (17TH AMENDMENT) BILL 2004

میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین! میں آپ کی توجہ کل اور آج صبح کے electronic media اور آج کے تمام اخبارات کی طرف دلانا چاہوں گا جن میں یہ کہا گیا ہے کہ National Assembly اور چاروں صوبائی اسمبلیوں کو پہلی تاریخ کے لئے summon کر لیا گیا ہے۔ اگر یہ بات درست ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑی توہین سینیٹ کی نہیں ہو سکتی چونکہ جس purpose کے لئے ان کو summon کیا جا رہا ہے' vote of confidence صدر کا' وہ ابھی

تک آئین کا حصہ نہیں بنا ہے کیوں کہ سینیٹ نے ابھی تک اس کو pass نہیں کیا ہے اور نہ ہی صدر نے اس کو authenticate کیا ہے تو اس کے بغیر اگر National Assembly اور سینیٹ اور صوبائی اسمبلیوں کو summon کیا گیا ہے for the purpose of taking a vote of confidence. I think this is a slur on the Senate and it exposes the malafide intention of the government.

Mr. Chairman: I think it is an administrative matter.

Mr. Wasim Sajjad: I think there is no truth in this assertion that the assemblies have been summoned. I think the Secretariat can bear me out, no summon has been received there and this is just anticipatory news items which are appearing. Obviously the assemblies sir, will only be summoned to take a vote of confidence after the bill has been passed. So, I think relying on reports which are speculative and incorrect, they have not been summoned.

چوہدری محمد انور بھنڈر: جناب والا! یہ بات بھی ہے کہ جہاں تک اس معاملے کا تعلق ہے یہ ایک صوبائی معاملہ ہے، تو کیا ہم صوبائی معاملے میں interfere کریں گے کہ اسمبلی بلائی جائے یا نہ بلائی جائے۔ گورنر بلائیں یا نہ بلائیں، اسمبلی meet ہو یا نہ meet ہو، یہ سب صوبائی معاملات ہیں۔ ان معاملات میں سینیٹ کی interference بھی مناسب نہیں ہو گی۔ یہ additional argument ہے۔

میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین! میں کہنا چاہوں گا کہ یہ بہت خوش آئند بات ہے کہ بھنڈر صاحب نے صوبائی معاملات میں غیر مداخلت کی بات کی ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس باتکو مدنظر رکھتے ہوئے جب voting کا وقت آئے گا تو وہ ان تمام شقوں کے خلاف ووٹ دیں گے جن میں LFO کے تحت صوبائی خودمختاری پر ضرب لگائی گئی ہے لیکن جو بات میں نے کی تھی۔۔۔ ٹھیک ہے وسیم سجاد صاحب نے جو بات کہی ہے لیکن بھنڈر صاحب کے جواب میں میں صرف

اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو بات میں نے کی تھی وہ یہ تھی کہ صوبائی اسمبلیوں کو اس purpose کے لئے summon کیا گیا ہے کہ وہ vote of confidence صدر کو دیں اور ان کو صرف اور صرف اس وقت summon کیا جا سکتا ہے اس purpose کے لئے جب یہ آئین کا حصہ بن جائیں۔

Mr. Chairman: Let us continue with the debate now. Sardar Mahtab Ahmed Abbasi.

Dr. Safdar Ali Abbasi: Point of order.

Mr. Chairman: I think let's continue with the discussion now. Dr. Sahib, we have a very heavy agenda. Yes, Sardar Mahtab Ahmed, kindly keep the time limit in mind because there are many speakers still. Please be relevant to the point.

سردارمہتاب احمد خان : جناب چیئرمین! آپ کل سے بہت اطمینان سے سن رہے ہیں تو میرا خیال ہے----

Mian Raza Rabbani: Sir, the Law Minister is not in the House, how is he going to wind up the debate? This is not answer.

Mr. Wasim Sajjad: Sir, if the mover is not here then the other Ministers can....

(interruption)

جناب وسیم سجاد : آپ وہ rule quote کریں جس میں لکھا ہو کہ mover کو present ہونا چاہیئے جب بل discuss ہو۔

Mian Raza Rabbani: Sir, the Law Minister is not here.

ابھی وسیم صاحب نے کہا کہ constitutional amendment bill ہے ' اس پر point of

Law Minister House اور ہے Constitutional amendment bill ۔ نہیں ہو سکتے order میں نہیں ہے۔

Mr. Chairman: Leader of the House is here. he can convey him.

Mian Raza Rabbani: Sir, Leader of the House is somebody else

وسیم صاحب کی اپنی rulings موجود ہیں۔

جناب وسیم سجاد: میری rulings پیش کر دیں کہ mover will have to be present.

میاں رضا ربانی: جناب والا! constitutional amendment bill پر بحث ہو رہی ہے اور Law Minister House میں نہیں ہے۔ وہ mover of the bill ہے۔ Winding up speech اس نے کرنی ہے، جب وہ فاضل ممبروں کی باتیں نہیں سنیں گے، constitutional points جو raise ہو رہے ہیں ان کو اگر note نہیں کریں گے تو پھر کیا ہو گا۔

Mr. Chairman: I am sure he will be briefed, let's continue with the debate. Please sit down Dr. Safdar Ali Abbasi Sahib.

سردار مہتاب عباسی صاحب! اگر آپ نہیں بولنا چاہتے تو I will go on to the next speaker. عباسی صاحب! آپ بیٹھیں، میں سردار مہتاب عباسی سے بات کر رہا ہوں۔

ڈاکٹر صفدر علی عباسی: جناب والا! amendment bill بھی پاس ہو جائے گا۔ ایک اہم بات ہو رہی ہے، حکومت میں برداشت بھی ہونی چاہیے۔ میں کہنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے پورے democratic process کو مذاق بنا کے رکھ دیا ہے۔یہ کوئی طریقہ کار نہیں ہے جس طرح وہ کرنا چاہ رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ نے اپنا اظہار خیال کر لیا ہے ناں۔

Mr. Wasim Sajjad: Sir, there is no need, he will be briefed.

آپ continue کریں۔

(interruption)

چوہدری محمد انور بھنڈر: جناب والا! میں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جب جناب رضا ربانی صاحب یہاں بیٹھتے تھے، جب وزیر تھے اور کئی بل آئے، جب ہم opposition میں بیٹھتے تھے، یہاں بل آتے تھے، فاضل وزیر صاحب غیر حاضر ہو گئے۔ یہی ساری ذمہ داری سنبھالے ہوئے تھے۔

Mr. Wasim Sajjad: Sir, may I quote the rules now. Look at, please sir, the definition of "Member Incharge"; Member Incharge means in case of a government bill, a minister and we have two ministers and I have also the privileges of minister and in any other case, the member who is to introduce the bill. So, in the case of a government bill, this is a government bill, any minister who is present, he is a member incharge.

میاں رضا ربانی: جناب! آپ اسی رول کو پڑھیں۔

"Member Incharge" means in the case of a government bill, a minister and in any other case the member, a minister here means, who has signed the bill as member incharge with due respect and I am sure the honourable Leader of the House is fully aware of this himself but he is just going around it.

Mr. Chairman: That would be done.

Mian Raza Rabbani: Sir, that is the Law Minister. Sir, you look at the bill. The bill has been signed by the Law Minister as the Member Incharge.

Mr. Wasim Sajjad: Sir, even the minister has been defined.

Mian Raza Rabbani: He is the minister who is the member incharge of the bill.

Mr. Wasim Sajjad: Sir, minister has also been defined. Minister means the Prime Minister, a federal minister.

Mian Raza Rabbani: No, I am sorry sir. Wasim Sajjad is going around. Sir, a Minister here means the.....

Mr. Wasim Sajjad: We have a parliamentary system of government where it is collective responsibility....

Mian Raza Rabbani: Sir, no. The rules are very clear. Sir, kindly bear with me, I am relevant, I am on the procedure of the House. The rules, as far as moving of bill is concerned are very clear. It says clearly that no other member apart from the member incharge can move a bill whether it is a constitutional bill or it is an ordinary bill, only the member incharge can move the bill.

Mr. Chairman: He has already moved it, now these are discussions.

Mian Raza Rabbani: Sir, it may be a discussion but the point that the honourable Leader of the House is saying that we have two Ministers here and anyone of those two Ministers is the member incharge is not the interpretation of the rule.

Mr. Chairman: The Minister was present when it was moved. So, I think let us move on. Yes, Memon Sahib. Please be brief because we have to continue it.

Mr. Nisar Ahmed Memon: Sir, my friend has a lot of experience.

Mian Raza Rabbani: Sir, we are not here to be dictated by a member as to how to follow discipline.

جناب نثار احمد میمن: جناب! آپ نے مائیک مجھے دیا ہے۔ آپ نے مجھے اجازت دی تھی اس کے باوجود یہ بول رہے ہیں ۔ I must say that they must follow the rules. یہ کوئی طریقہ نہیں ہے ہاؤس چلانے کا۔

(مداخلت)

Mr. Chairman: Please be seated. Sardar Mahtab Ahmad آپ اپنی تقریر شروع کریں ۔ I am listening to you, باقی لوگ بیٹھیں ' let us continue with the debate. میمن صاحب بیٹھیں۔

جناب نثار احمد میمن: خدارا! ایک سال اور دس مہینے میں آپ نے conventions بھی set up نہیں کیں۔ یہ بھی conventions ہوتی ہیں کہ جہاں پر quorum نہیں بھی ہوتا تو debate ہوتی ہے۔

جناب چیئرمین : میمن صاحب ! آپ بیٹھیں ۔ Let us focus on the main issue. مہتاب صاحب ! آپ speech کریں۔ Please be seated آپ کو سن لیا' please آپ بیٹھیں۔

سردار مہتاب احمد خان: جناب چیئرمین! شکریہ آپ کا۔ میرے خیال میں کل سے آپ نے بہت patiently باتیں سنی ہیں تو آج ہمیں احساس ہے کہ treasury benches والے کافی excited نظر آتے ہیں لیکن میرے خیال میں ان کو اب ایک دن صبر کے ساتھ گزارنا چاہیئے۔ جناب والا! آج پاکستان کی سیاسی اور پارلیمانی تاریخ کا نہایت اہم موڑ ہے کہ جب اس ملک میں عوام کے ووٹوں سے منتخب ایک سیاسی حکومت اس ایوان کی بالادستی کو ایک ایسے شخص کے ہاتھوں میں گروی رکھنے اور اس کے ناجائز اقتدار کو دوام بخشنے کے لئے بے چین ہے جس نے اس ملک پر ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو بزور طاقت قبضہ کیا تھا اور مارشل لاءحکومت قائم کی تھی۔

جناب چیئرمین! گزشتہ روز میرے فاضل رکن ایس ایم ظفر صاحب نے اپنی تقریر میں

۲۴ دسمبر کو اس ملک کا ایک تاریخی دن قرار دیا تھا کہ جب اس ملک کی سیاسی قوتوں نے بدنام زمانہ LFO پر compromise کر کے ایک معاہدہ کیا جو ان کے خیال کے مطابق اس ملک کو ایک modern اور democratic state میں تبدیل کر دے گا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ۲۴ دسمبر کو اسی ملک کی تاریخ کا سیاہ ترین دن قرار دیا جائے گا کہ جب نام نہاد جمہوری اور غیر جمہوری قوتوں نے ایک unholy alliance کے ذریعے نہ صرف اس ملک کے پندرہ کروڑ عوام کی امنگوں کو کچل کر ایک dictator کے ناجائز اقتدار کو جائز قرار دینے کا معاہدہ کیا بلکہ قرار داد مقاصد کے فراہم کردہ بنیادی ڈھانچے کو بھی نظر انداز کر کے پارلیمانی طرز حکومت کو صدارتی نظام میں تبدیل کرنے کا اقرار کیا ہے۔ یہ تاریخ کا جبر ہے جس کا ہم آج ایک عملی مظاہرہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ افغانستان اور کشمیر پر جنرل مشرف کی اسلام دشمن پالیسیوں کو، آمریت اور LFO کی مخالفت کرنے والے آج انہی پالیسیوں کو تحفظ دے رہے ہیں اور اپنی حمایت کی وضاحت بھی کر رہے ہیں۔ لیکن آج سارا پاکستان اس بات سے واقف ہے کہ اس unholy alliance کی قدرِمشترک نواز شریف اور بے نظیر کی مخالفت ہے لیکن ہمیں اس بات کو نہیں بھولنا چاہیئے کہ پاکستان کے عوام نے ماضی میں بھی اور اس کے بعد بھی آمریت اور اس کے حمایتیوں کو برداشت تو ضرور کیا لیکن انہیں کبھی معاف نہیں کیا۔

جناب والا! آمریت نے اس ملک کی پچپن سالہ تاریخ میں اپنی من مانی کرتے ہوئے، اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے ہمیشہ غیر ملکی آقاؤں کے آلہ کار کا کردار ادا کیا۔ گزشتہ تین سالوں میں ہم اس خطے میں امریکی مفادات کے نگران بن کر رہ گئے ہیں۔ افغانستان جو کبھی ہماری strategic depth سمجھا جاتا تھا اس پر ہم نے ایک لاکھ فوج تعینات کرکے اس depth کو ختم کر دیا۔ دوسری طرف ہم مسئلہ کشمیر پر ہندوستان سے compromise کرنے کے لئے سلامتی کونسل کی طے شدہ قراردادوں کو نظر انداز کرنے کے لئے تیار ہیں اور اس مقصد کے لئے کشمیری حریت پسندوں کی سیاسی تحریک آل پارٹیز حریت کانفرنس کو تقسیم کر کے رکھ دیا ہے۔ ہمارا ایٹمی پروگرام بھی خطرے میں ہے۔ ان تمام سائنس دانوں کو جنہوں نے اس پروگرام کو پاکستان کے عوام کی امنگوں کا آئینہ دار بنایا تھا ان میں سے ڈاکٹر فاروق اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کرکے ان کو escape goat بنایا جا رہا ہے۔

جناب والا ! اس قوم کو یہ بھی سوچنا ہے کہ جب اس ملک کے لئے قربانی دینے والے اور جذبہ حب الوطنی سے سرشار سائنس دانوں اور دوسرے لوگوں سے جنہوں نے بے پناہ قربانیاں دیں اور خدمات انجام دیں، یہ سلوک روا رکھا جا رہا ہے تو کیا اس کے بعد بھی یہ ممکن ہو گا کہ کوئی اس ملک کے لئے اپنی قربانیاں دے۔

Mr. Chairman : Please keep to the point of the bill.

سردار مہتاب احمد خان: جناب اس بل کے اندر جب ہم آمریت کے اقتدار کو دوام بخشنے کی بات کریں تو ہمیں ہر وہ بات کرنی ہوگی جس سے اس ملک کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ جناب والا ! سیاسی مفاہمت جس کا ذکر ہم بڑا سنتے ہیں، اس قوم کو دھوکہ دینے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ اس پارلیمنٹ کے ایک معزز رکن اور پاکستان مسلم لیگ کے قائم مقام صدر جاوید ہاشمی کو ایک بے بنیاد مقدمہ میں جیل میں رکھا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ دوسرے عابد شیر علی ہیں ان کو اسی طرح مقدمات میں گرفتار رکھا گیا ہے۔ یہ سیاسی مفاہمت ہے جس کا ذکر یہاں پر ہوتا ہے۔ اس کے اوپر طرہ یہ ہے کہ ان کے اوپر مقدمہ بھی جیل کے اندر چلائے جانے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ یہ بہت شرمناک باتیں ہیں۔ اس ملک کی popular leadership نواز شریف اور محترمہ بے نظیر کو زبردستی ملک بدر کر دیا گیا ہے۔ یہ سب شرمناک باتیں اور آمریت کی پیداوار ہیں۔

جناب والا! میں اس ایوان کے تمام اراکین سے چاہے ان کا تعلق کسی بھی جماعت سے ہے، حزب اقتدار سے ہے یا حزب اختلاف کی سیٹوں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور ان سے بھی جنہوں نے ابھی چند دن قبل ایک نیا معاہدہ کیا ہے، یہ گزارش کروں گا کہ وہ اس ترمیمی بل کو مسترد کریں اور آمریت کو ہم اس طرح دفن کریں کہ آئندہ اس ملک میں سر اٹھانے کا اس کو موقع نہ ملے۔ یہ دراصل ترمیمی بل ایک litmus test بھی ہے ان تمام قوتوں کے لئے اور اس کے بعد یہ ثابت ہو جائے گا کہ اس ملک میں آمریت کا ساتھ دینے والی اور آمریت کی مخالفت کرنے والی کون سی قوتیں ہیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آمریت کسی بھی شکل میں ہو، یہ ناقابل برداشت ہے۔

جناب والا! جب ہم آئینی ترمیمی بل کو دیکھتے ہیں تو اس بات پر بڑی حیرانی ہوتی ہے

اور یقینی طور پر یہ بڑی شرمناک بات ہے کہ یہ پارلیمان جو منتخب وفاق پر مشتمل ہے اور جس کے بنیادی مقاصد میں یہ چیز شامل ہے کہ آپ اس کی بالادستی کو نہ صرف برقرار رکھیں بلکہ ہر اس قوت سے ٹکرا جائیں جو اس کے اوپر پنجے گاڑنے کے لئے تیار ہو لیکن مجھے اس بات پر افسوس بھی ہے حیرت بھی ہے اور دکھ بھی ہے کہ ہم اس ترمیمی بل کے ذریعے ایک ایسے صدر کو جس نے خود ساختہ ریفرنڈم کے ذریعے خود کو صدر بنا لیا۔ انہوں نے خود بھی تسلیم کیا کہ اس میں دھاندلیاں ہوئی ہیں۔ اس ملک میں ریفرنڈم کی تاریخ جنرل ضیاء الحق سے شروع ہوئی اور جنرل مشرف نے اس کو دوام پہنچایا۔ اس کو جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ یہ اپنے آپ کو ایک اخلاقی بنیاد فراہم کرنے کے سوا اور کوئی بات نہیں ہے۔ ہمیں یاد ہے کہ جب ریفرنڈم کا فیصلہ کیا تو جنرل مشرف نے کہا اور یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ اس نے کہا کہ مجھے ایک اخلاقی بنیاد چاہیے ۔ ہم سب سمجھتے ہیں کہ کوئی بھی جرنیل طاقت کے زور پر حکومت پر قبضہ تو کر لیتا ہے لیکن اسے بھی اپنے دل کے اندر اس بات پر یقین ہوتا ہے کہ اس کو یہ اخلاقی جواز نہ تو عدالتی فیصلہ اور نہ ہی چند حمایتی تحریکیں فراہم کر سکتی ہیں۔ لیکن یہ ریفرنڈم جو 2002ء میں ہوا' یہ بڑا شرمناک طریقہ کار تھا ۔ ہم اس کی مذمت نہ صرف اس وقت کرتے تھے بلکہ آج بھی کرتے ہیں اور ہمیشہ ہی کرتے رہیں گے۔ مجھے اس بات پر بہت دکھ ہے کہ اس پارلیمنٹ کے اندر 17ویں ترمیم کے ذریعے خصوصی اقدامات کئے جا رہے ہیں جو صرف ایک شخص کے لئے ہیں۔ ایسا کبھی دنیا کی کسی آئینی تاریخ میں نہیں ہوا کہ کسی ایک شخص کے لئے آئینی ترامیم کی جائیں یا اس کے اندر اس کا ذکر ہو لیکن یہ کام بھی ہماری پارلیمنٹ کرنے کے لئے تیار ہے۔

Mr. Chairman: Please try to conclude.

سردار مہتاب احمد خان: جناب چیئرمین! اس میں Article 58 کا بھی ذکر ہے ۔ اس بدنام زمانہ Article 58(2)(b) کو دوبارہ واپس لایا جا رہا ہے جس نے اس ملک میں سازشوں کا ایک ایسا جال بچھایا جس نے 1985 سے لے کر 1999 تک اس ملک میں آنے والی یکے بعد دیگرے پانچ سیاسی حکومتوں کا خاتمہ کیا۔ اس ملک کی تمام سیاسی اور popular political parties کا 1997ء میں یہ اتفاق رائے سے فیصلہ تھا کہ 58(2)(b) نے اس ملک کو ایک ایسے

خطرے سے دو چار کر رکھا ہے کہ جہاں جمہوریت کو ہمیشہ سازشیوں کے ہاتھوں میں رہنا ہوگا۔ اس لئے جب 1997ء میں اس کا خاتمہ کیا گیا تو اس وقت ملک کی منتخب شدہ پارلیمانی جماعتوں نے، پاکستان پیپلز پارٹی، مسلم لیگ اور دوسری تمام دیگر سیاسی جماعتوں نے اتفاق رائے سے اس پر کام کیا۔

جناب والا! اس ہتھیار کو دوبارہ ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں دیا جا رہا ہے جس کا انتخاب نہ تو اس پارلیمنٹ نے کیا اور نہ ہی اس کا انتخاب اس ملک کے عوام کی خواہشوں کے مطابق ہوا۔ اسی طرح جناب چیئرمین! --------

Mr. Chairman: Please conclude now.

سردار مہتاب احمد خان: جناب مجھے تھوڑا سا وقت آپ دیں گے۔

جناب چیئرمین: نہیں جی ٹائم ہو گیا ہے، لہٰذا مہربانی کر کے آپ ---

سردار مہتاب احمد خان: جناب چیئرمین! آج آپ کو اتنی جلدی کرنے کی ضرورت نہیں۔ میرے خیال میں آپ بہت اطمینان سے اس کو پاس کرلیں گے۔

جناب چیئرمین: نہیں، بہت مقرر ہیں ہمارے پاس۔

سردار مہتاب احمد خان: کافی ٹائم ہے آپ کے پاس۔ جناب! ایک اور دلچسپ بات یہ ہے کہ Constitution میں یہ تبدیلی کی جا رہی ہے، اس میں صوبائی اسمبلیوں کو ختم کرنے کا اختیار گورنر کو دیا جا رہا ہے۔

جناب چیئرمین: بھائی صاحب! ذرا آپ بات کریں Don't read please

سردار مہتاب احمد خان: جناب چیئرمین! I am reading the Bill of the Constitution. یہ کیا بات ہے، کیا تکلیف ہے ان کو؟ یہ Constitution Bill میرے ہاتھ میں ہے اور I am referring to the particular article of the Constitution. I don't know کہ ان کا problem کیا ہے۔ میں آپ سے یہ گزارش کر رہا ہوں کہ Article 112 میں جو amendment تجویز کی گئی ہے، جس میں گورنر کو اس بات کا اختیار دیا جا رہا ہے کہ وہ صوبائی اسمبلیوں کو جب ختم کرنا چاہے تو وہ اس کو refer کرے گا سپریم کورٹ کو۔ میرے خیال میں

آئین کے تحت درج شدہ اختیارات ایک ہائی کورٹ کے پاس ہوتے ہیں ۔ میرے خیال میں صوبے کا سب سے بالا دست ادارہ، ایک صوبے کے اندر ہائی کورٹ ہوتی ہے۔ سپریم کورٹ کے ہاتھ میں اس بات کا اختیار دینا کہ وہ ایک صوبائی اسمبلی کے خاتمے کے لئے گورنر کے reference کو سنے گی، یہ بھی بہت نامناسب ہے۔

اسی طرح اس بات کا چرچا ہم نے چند دنوں سے سنا کہ ایک سال تک اپوزیشن کی جماعتیں جنہوں نے اکٹھے رہ کر ایل ۔ایف۔ او۔ کو یہ قرار دیا کہ یہ آئین کا حصہ نہیں ہے اور جب تک اس کو ایک بل کی شکل میں اسمبلی میں نہیں لایا جائے گا اس وقت تک نہیں مانیں گے لیکن یہ بات ثابت ہو چکی ہے، جب omission of Article 152(a) اور substitution of Articles 179 and 195 کو ہم دیکھتے ہیں تو یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ایل ایف اور آئین کا حصہ قرار دیا چکا ہے اور ان تمام قوتوں نے جو ایک سال تک اس بات پر اس ایوان میں کھڑے ہو کر احتجاج کرتی تھیں کہ LFO آئین کا حصہ نہیں ہے، آج انہوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا۔

Mr. Chairman: Conclude now. I have to move on the next speaker.

سردار مہتاب احمد خان ، جناب چیئرمین ! just give me few minutes میں wind up کرتا ہوں۔

Mr. Chairman: No, I can only give you maximum two minutes, come to the point.

سردار مہتاب احمد خان: میں اسے wind up کرتا ہوں۔ جناب چیئرمین! میری جو validation ہے، affirmation of law وغیرہ جس کو Article 270-(A)a کے ذریعے کیا جا رہا ہے اور اسی طرح اس میں Schedule 6 میں قوانین کو جو چھ سال کی extension دی جا رہی ہے، یہ ہمارے ملک کی تاریخ کے سیاہ ترین کارنامے ہیں جو dictators نے اس ملک میں نافذ کئے۔ جس میں آپ نے سن بھی لیا ہے جو صوبہ سرحد اور بلوچستان سے عوامی جذبات ہیں، آپ یہ دیکھ رہے ہیں کہ صوبائی خودمختاری پر جس طرح local bodies ordinance اور Police Act

کے تحت قدغن لگائی جا رہی ہے، میں آپ سے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ ماضی میں بھی جتنی کوششیں مرکز کو مضبوط کرنے کے لئے کی جاتی رہی ہیں حقیقتاً انہوں نے اس ملک کو کمزور کیا ہے۔ اس بات کا وقت آ چکا ہے کہ ہم concurrent list اور جو provincial legislative list ہے، اس میں تبدیلیاں کریں اور مرکز سے ان اختیارات کو صوبوں میں منتقل کیا جائے کہ جس کا 1973ء کے آئین کے تحت وعدہ کیا گیا تھا۔ جناب والا! یہ ترمیمی بل ایک آمریت کو دوام بخشنے کے لئے اس forum پر پیش کیا جا چکا ہے۔ میں ایک بار پھر گزارش کروں گا کہ اس کو مسترد کیا جانا چاہیے اور اس ملک سے آمریت کا خاتمہ کرنے کے لئے ہمیں ایسی ترامیم کرنی چاہیئں کہ آئندہ کسی dictator کو اس ملک میں بزور قبضہ کرنے کی جرأت نہ ہو۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: The speakers should please confine themselves to time frame and also to the relevance and avoid repetition. Dr. Akbar Khawaja.

Dr. Muhammad Akbar Khawaja: Thank you Mr. Chairman. First of all I would like to refer to news coverage of the two U.S. papers Washington Post and New York Times.

Mr. Chairman: I think you speak on the bill.

Dr. Muhammad Akbar Khawaja: It is relevant sir. Let me read first the New York Times published on December 27th, titled "Musharraf Mysteries"! "At the center of the puzzle is Pakistan's military ruler General Pervaiz Musharraf who is either loosing or tightening his great power and either democratizing his rule or moving closer to hard lined Islamic militants" and it concludes. "President Bush recently declared that Washington would end its bad habit of relying on authoritarian leaders like General Musharraf to ensure American security".

Mr. Chairman, these are the perceptions and let me read couple of lines from the second editorial published again on 27th December in Washington Post and the title is "One Man's Fortune", and it says, "One day earlier Pakistan's self-appointed President announced that he had struck a deal with a coalition of Islamic militants that will legitimize his continuance in office until 2007 and ratify his rewrite of the Constitution at the price of further empowering a movement that seeks Taliban style rule for both Pakistan and neighbouring Afghanistan".

Mr. Chairman, it is a bad preception because this alliance has a global impact and our Finance Minister goes.....

جناب کامل علی آغا، جناب میرا point of order ہے۔

Dr. Muhammad Akbar Khawaja: Sir, there was no point of order yesterday. I hope you will not allow.

Mr. Chairman: There will be no point of order today also. Please stay relevant to the point because we have limited time.

Dr. Muhammad Akbar Khawaja: It is relevant sir, we are talking the same issue of the constitutional development and the recent alliance that Mr. S.M. Zafar has quoted yesterday and he has praised the contribution of our colleagues from MMA. Mr. Chairman, there are international concerns about the stability and the time has come that we put this House in order. There is a perception that Mr. Musharraf created MMA to frighten the World's opinion. Mr. Musharraf has insisted that the choice in Pakistan was either military dictatorship or religious dictatorship.

Mr. Chairman, let me come to Bill now. As discussed yesterday and most of our honourable colleagues have observed that this bill does not seem to be an amendment to the Constitution of Pakistan but the amendment to the illegal framework order that was injected without the approval of the Parliament to the Constitution of Pakistan. We took oath on 12th March and our colleagues from MMA also took oath on the same Constitution without LFO and I hope, they will revisit their decision. Mr. Chairman, I will not go to the legal aspects but there are some issues that I would like to review from a different angle. Article 41 of the Constitution, Clause 7(b), addition to the reference of Article 63 shall become operative on and from 31st day of December 2004. Mr. Chairman, this is specific law to Mr. Musharraf, to hold more than one office. We are disappointed that instead of investing in Pakistani people, one man invests in its own obsession. Our democracy and economy remained under developed because of repeated interventions by these undemocratic forces. There was no provision of the referendum in the Constitution and the referendum of 2002 was rejected by the people of Pakistan. Now our Law Minister says that there is an urgency for the vote of confidence. I am hopeful that the people of Pakistan will reject it again because this is unconstitutional.

Mr. Chairman, Clause 7(b) also opens up a black box that all government employees can participate in the politics. This has also opened an avenue for the doctors who want to have a private practice in the government job, engineers, teachers to hold more than one office, it is

not limited to Mr.Musharraf only.

Mr. Chairman: Please, try to conclude

Dr. Muhammad Akbar Khawaja: sir. I have just started. I have noted the time sir.

Mr. Chairman: Ten minutes to conclude, eight minutes have been consumed. You have ten minutes.

Dr. Muhammad Akbar Khawaja: No, fifteen minutes sir. You have allowed seventeen minutes.

Mr. Chairman: Ten minutes, as it is declared, it is for me to decide, ten minutes.

Dr. Muhammad Akbar Khawaja: Mr. Chairman, addition of Clause 8 regarding vote of confidence in the President and clause 9 empowering the Federal Government to make rules for the elections. This is also contrast in the basic rule of governance. Mr. Chairman, I am developing worker and I know that the governance starts from the top. If top does not follow the rule of law, no reforms will be effective. Rise in poverty and unemployment are due to disfunctional governance. Our country has more problems than it deserves. Justice, education, health, safety and economic development are all subordinated to cease repeated interferences. These interventions have also weakened the demand for our goods and services and our economy is not meeting its full potential. We know our economy can grow faster and create jobs for our young graduates. Mr. Chairman, amendment to 58 and 112 referring to the

Supreme Court responding in thirty days, this is a fussy assumption and there is no restriction on the Supreme Court to respond in thirty days. Mr. Chairman, it seems that General Musharraf wants to keep all authority and privileges with himself but world knows, any person who values his privileges more than his principles soon loses both.

Regarding omission of Article 152 in the Constitution, again Mr. Chairman, as observed by our colleagues yesterday that there was no 152-A, so again it is being assumed that LFO was part of the Constitution and now Mr. Chairman, reffering to the Schedule sixth, at entries 27 to 30 regarding the devolution and 35 regarding the police reforms, Mr. Chairman, personally I am supporter of devolution plan but these entries again assuming that the LFO is a part of Constitution which is untrue. Mr. Chairman, also the entries 27 to 30 has an impact on all the functions that are being devolued political, administrative and fiscal decenteralization, also there are international agreements, let me quote just one and our Finance Minister is here, Technical Assistance loan with Asian Development Bank, there was recent approval of 300 million dollars and this is focussed purely on the devolution. What will happen to those assurances that have been given to the International Organizations about this programme and what will happen to the motivational morale of the people who were involved in this effort. So, Mr. Chairman, this bill is very fussy.

Mr. Chairman: Please conclude now.

Dr Muhammad Akbar Khawaja: Sir, I would like to conclude but this is very important aspect that I really want to cover: that such 270(A)(a) about the validation and affirmation. Mr. Chairman, these are the actions that make our institutions weak, these are the actions that make governance weak, these are the real problems. This article seeks indemnity for General Musharraf and his ace for suspending the Constitution. It must reciprocate with indemnity of all Parliamentarians who took decisions in good faith in the Parliament prior to the elections of the 2002. Mr. Chairman, I will conclude but give me a couple of more minutes please.

ایک ایسا قانون ہے جناب چیئرمین! جو آئین توڑنے والے ہیں ان کو تخت پر بٹھا دیا جاتا ہے اور جو آئین جوڑنے والے ہیں ان کو تختہ دار پر لٹکا دیا جاتا ہے۔

Mr. Chairman, we are committed to preserving the Constitution of Pakistan, we are committed in fighting injustice, promoting freedom and democracy. I would like to conclude with the favourite quote of Shaheed Zulfiqar Ali Bhutto.

کہ انسان کی سب سے قیمتی متاع جو اسے ملتی ہے اور صرف ایک بار ملتی ہے وہ اس کی زندگی ہے اور اس کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ وہ اسے اس انداز سے جی کر دکھائے کہ اس میں بزدلی اور بے لطف ماضی کی کوئی ندامت موجود نہ ہو۔ بس انسان زندہ رہے تو ایسے رہے کہ اسے بے مقصد اذیتیں نہ سہنی پڑیں اور مرتے وقت وہ فخر سے کہہ سکے کہ میری تمام تر زندگی، میری تمام تر قوت، میری تمام تر صلاحیتیں نوع انسانی کے عظیم مقاصد کے لئے صرف ہوئیں اور وہ عظیم مقصد نوع انسانی کی خدمت اور آزادی کے لئے وقف تھیں۔ Thank you Mr. Chairman.

(تالیاں بجائی گئیں)

جناب چیئرمین: جی مولانا راحت حسین صاحب۔

مولانا راحت حسین: نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ وأمرھم شوری بینھم۔ صدق اللہ مولنا العظیم۔ جناب چیئرمین ! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے اپنا موقف بیان کرنے کا موقع دیا۔

جناب چیئرمین ! آج اس تاریخی دن کے موقع پر جب ہم قوم کو ملک کے اندر جاری دستوری بحران سے نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ایک سال کی طویل سیاسی جدوجہد اور اعصاب شکن مذاکراتی لڑائی کے نتیجے میں ایک متفقہ دستور اور متفقہ دستوری ترامیم کے package کو Parliament کے اندر لانے میں کامیاب ہوتے جا رہے ہیں، میں اس موقع پر MMA کے اکابرین کی سیاسی افہام و فراست کو اور دونوں جانب کی مذاکراتی ٹیموں کے اراکین کی شبانہ روز محنت اورکوششوں کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں کہ ان کی محنت اور کاوشوں کی بدولت قوم کو اس دستوری بحران سے بفضل خدا نکالنے میں کسی حد تک کامیاب رہے ہیں۔ متحدہ مجلس عمل کی قیادت نے یہ بات سچ ثابت کر دی کہ وہ اختلاف برائے اختلاف کی سیاست پر یقین نہیں رکھتے بلکہ اصولوں اور نظریات کی بنیاد پر اختلاف رائے کو اپنا جمہوری حق تصور کرتے ہیں اور دلائل کی بنیاد پر خود قائل ہونے اور دوسروں کو قائل کرنے کی پالیسی پر کاربند ہیں۔

جناب چیئرمین ! پاکستان کی تاریخ کو اگر حقیقت کی نظروں سے دیکھا جائے تو یہ بات ہم سب پر واضح ہو جاتی ہے کہ اس ملک کے اندرجمہوریت اورجمہوری اداروں کو فوجی حکمرانوں نے یا پھر establishment والوں نے رواج نہیں بخشا لیکن جناب چیئرمین ! اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ حقیقت بھی ماننی ہوگی کہ ہمارے ملک کی سیاست میں ان قوتوں کے داخلے کی راہ ہمارے ماضی کے سیاستدانوں نے ہموار کی اور اس میں پیش پیش وہ منتخب حکمران بھی رہے ہیں جو انانیت کے ساتھ ساتھ مطلق العنانی کی طرز پر حکمرانی کے خواہشمند تھے اور ان لوگوں کی نااہلی اور مطلق العنانی کی سوچ نے فوج کے لئے ملکی سیاست میں داخلے کی راہ ہموار کی۔ جناب چیئرمین ! ہم آج بھی اس بات کے معترف ہیں کہ جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے اپنے دور اقتدار میں اس

وقت قومی اتحاد کے اکابرین کے ساتھ مل کر قوم کو ایک متفقہ دستور کا تحفہ دیا [xxx]

جناب چیئرمین: وقت کا خیال رکھیں۔

مولانا راحت حسین: [xxx] بقول شاعر

حق تنقید تمہیں حاصل ہے مگر اس شرط کے ساتھ

جھانکا کریں اپنے بھی گریبانوں میں

جناب چیئرمین! ضیاء الحق صاحب کی آمریت کے دوران ہمارے اکابرین نے MRD کے پلیٹ فارم سے بے پناہ قربانیاں دیں اور ان کی قربانیوں کے نتیجے میں اس وقت کا طالع آزما ۱۹۸۵ء کے غیر جماعتی انتخابات کرانے پر راضی ہوا۔

جناب چیئرمین: مولانا صاحب! ختم کریں۔

مولانا راحت حسین: بس دو منٹ میں ختم کرتا ہوں۔ ان انتخابات کے نتیجے میں بننے والی منتخب اسمبلی میں 1973ء کے دستور میں آٹھویں ترمیم کے ذریعے اقتدار فوجی حکمرانوں سے سویلین حکومت کو منتقل ہوا۔ صدر اور وزیر اعظم کے درمیان اختیارات کا توازن رکھنے کے لئے 58 (2) (b) اس ترمیم کے پیکج کا حصہ تھی۔ جناب چیئرمین! اس کے بعد 1999 تک محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ اور میاں نواز شریف صاحب کو دو دو مرتبہ وزیر اعظم کے منصب پر بیٹھنے کا موقع ملا۔ دونوں کو، دو دو مرتبہ قبل از وقت ان کے عہدوں سے، ان کی نیک اعمالیوں کی وجہ سے سبک دوش ہونا پڑا۔

جناب چیئرمین! ہم نے میاں نواز شریف کا آخری دور حکومت بھی دیکھا جس میں انہوں نے دو تہائی اکثریت حاصل کی اور اس کے بل بوتے پر انہوں نے دستور سے آٹھویں ترمیم کا خاتمہ کیا لیکن اس کے باوجود وہ اپنی کرسی کو نہیں بچا سکا۔

جناب چیئرمین: مولانا صاحب! اب ختم کریں۔

مولانا راحت حسین: جناب چیئرمین! میں تو اپنے موقف کو واضح کرنا چاہتا ہوں۔ M.M.A کا جو موقف ہے اسے واضح کرنا چاہتاہوں۔

+ [xxx] Expunged by the orders of Mr. Chairman.

جناب چیئرمین: لیکن وقت کا بھی خیال رکھیں کیونکہ ابھی بہت speakers ہیں۔

مولانا راحت حسین: ابھی جناب پانچ منٹ بھی نہیں ہوئے۔

جناب چیئرمین: آپ کے تقریباً دس منٹ ہو گئے ہیں۔

مولانا راحت حسین: نہیں، پانچ منٹ ہوئے ہیں۔میں اپنی گھڑی پر وقت دیکھ رہا ہوں۔

جناب چیئرمین: میرے سامنے گھڑی ہے۔ آپ دو منٹ میں اپنی تقریر ختم کر لیں۔

جناب وسیم سجاد: میں request کروں گا مولانا صاحب سے کہ وہ ذرا اختصار سے کام لیں چونکہ وقت کم ہے۔

مولانا راحت حسین: میں ایک دو منٹ میں ختم کر لیتا ہوں۔ ویسے میں احتجاجاً کھڑا رہوں گا۔

جناب چیئرمین: آپ ہماری بات کو follow کریں۔ Speakers بہت زیادہ ہیں۔ ہمیں پہلے speakers کا اندازہ نہیں تھا۔

مولانا راحت حسین: یہ ہمارا حق ہے۔

جناب چیئرمین: آپ بول لیں لیکن وقت کی قلت کا بھی خیال رکھیں۔ آپ کو آپ کے حق سے کوئی نہیں روکتا لیکن مہربانی کرکے وقت کا خیال رکھیں۔

مولانا راحت حسین: جناب والا! ہم خیال رکھتے ہیں۔ یہاں جو دوسری پارٹیوں کے معزز ممبر ہیں، انہوں نے تفصیلی بات کی ہے۔ ہر پارٹی کے چار چار اراکین نے تفصیلی بات کی ہے۔ ہمیں ایک منٹ کے لئے بات کرنے کی اجازت نہیں دے رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ بات کریں۔

مولانا راحت حسین: انہوں نے دستور سے آٹھویں ترمیم کا خاتمہ کیا لیکن وہ اس کے باوجود بھی اپنی کرسی کو نہیں بچا سکے اور بالآخر 12 اکتوبر کو جنرل صاحب جس طرح اقتدار

کے ایوانوں تک پہنچے' اس سے ہم سب باخبر ہیں۔

جناب چیئرمین! تین سالہ فوجی حکمرانوں کے دور میں کئے گئے اقدامات کی تفصیل میں ہم نہیں جانا چاہتے۔ بہرحال ان کی پالیسی سے ہمیں کس قدر اتفاق ہے' وہ پاکستانی قوم جانتی ہے۔ ہم آج بھی اس معزز forum پر برملا کہتے ہیں کہ ہمیں جنرل پرویز مشرف کی بعض پالیسیوں سے شدید اختلاف ہے جس میں افغانستان کی پالیسی ہے' خارجہ پالیسی ہے' امریکہ کی طرف جھکاؤ ہے' modern universities کا قیام ہے۔ بہرحال ہم ان اقدامات کی بھرپور مخالفت کرتے آ رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! 1973 کے آئین کی بات ہو رہی ہے۔ ہمارا یہ موقف رہا ہے کہ 1973 کے آئین کو اصلی صورت میں بحال رکھا جائے اور بحال کیا جائے۔ بے نظیر صاحبہ کی پہلی گورنمنٹ میں ہمارے اکابرین نے یہی مطالبہ کیا تھا۔ پھر میاں صاحب کی حکومت میں ہمارا یہی مطالبہ رہا۔ میاں صاحب نے 58(2)(b) کو ختم کیا لیکن اپنی کرسی کو نہیں بچا سکے۔ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ صدر اور وزیر اعظم کے درمیان اختیارات کا توازن ہو. اور ہم نے 58(2)(b) پر صدر کو پابند کیا۔ یہ مجلس عمل کی کامیابی ہے۔

مقامی حکومتوں کے بارے میں جمعیت علمائے اسلام کا یہ کردار رہا ہے کہ جمعیت علمائے اسلام نے مقامی حکومت' local government اور بلدیاتی system کو مسترد کیا بلکہ All Parties Conference میں سب local پارٹیوں نے اسے مسترد کیا اور مسترد کرنے کے بعد انہی پارٹیوں نے اس میں حصہ لیا۔ آج ملک میں ان کے ضلع ناظم اور کونسلر موجود ہیں لیکن جمعیت علمائے اسلام نے اس بلدیاتی الیکشن میں حصہ نہیں لیا اور برملا اس سے اختلاف کیا اور اظہار خیال کیا۔ جناب چیئرمین! ہم جس چیز کو مسترد کرتے ہیں' اس میں ہم حصہ نہیں لیتے۔ اس کو ہم عقل مندی تصور نہیں کرتے کہ لوگ اس کو مسترد کرتے ہیں اور پھر اس میں حصہ لیتے ہیں۔

جناب چیئرمین: اب آپ اپنی تقریر ختم کریں۔

مولانا راحت حسین: جناب چیئرمین! ہمارے اور کوئی مفادات نہیں تھے کہ کسی کو

چھڑوانا ہے یا دیگر مفادات تھے۔ جیسے ہم مقدمات کو ختم کرنے کے لئے حکومت سے مذاکرات کر رہے ہیں۔ جو مذاکرات ہوئے ہیں، ان میں ہمارے ساتھ ARD والے سب شریک تھے۔ 18 دن تک مذاکرات ہوتے رہے۔ وہ مذاکرات جو LFO کے اوپر ہو رہے تھے، مذاکرات کے یہ معنی نہیں کہ جنگ کو آگے لے جایا جائے اور جنگ کو دوام بخشا جائے۔ مذاکرات کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کچھ لو اور کچھ دو۔

جناب چیئرمین: اب ختم کریں۔ آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

مولانا راحت حسین: [xxx]

اور یہاں جمعیت علمائے اسلام اور متحدہ مجلس عمل کے اکابرین نے اپنی سیاست اور اپنا موقف بیان کیا ہے، ہم اپنی سیاسی زمام کار اور اپنی سیاسی مہار کو کسی کے ہاتھ میں نہیں دینا چاہتے۔ ہم اپنا موقف رکھتے ہیں اور نہ ہماری سیاست کسی کی مرہون منت ہے ---

جناب چیئرمین: مولانا صاحب! تشریف رکھیئے وقت ختم ہو گیا ہے۔ مسٹر فرحت اللہ بابر۔

مولانا راحت حسین: جناب چیئرمین! ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ متحدہ مجلس عمل اپنا موقف---

جناب چیئرمین: مولانا صاحب! تشریف رکھیئے۔

جناب اسفند یار ولی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: پوائنٹ آف آرڈر ہم نہیں لے رہے اسفند یار صاحب۔

(مداخلت)

Mr. Chairman: Then it will prolong, I think

آپ کی پارٹی کے دوسرے---------

جناب اسفند یار ولی: Sir, prolong ہے۔ جناب if he is making direct accqusiations against me, against my person, against my family...............

+ [xxx] Expunged by the orders of Mr. Chairman.

جناب چیئرمین: مولانا صاحب! تشریف رکھیئے، تشریف رکھیئے اب۔ تشریف رکھیئے۔

Make it very brief please.

جناب اسفند یار ولی: دیکھیں سر، میں نے اپنی تقریر کی I did not mention anything. میں نے ایک general, political بات کی۔ اگر مولانا صاحب کو بڑا شوق ہے تو میں آپ سے request کرتا ہوں آپ ہمیں وقت دیں، let him discuss his politics and let me discuss my politics. نام لینا ---

(مداخلت)

جناب اسفند یار ولی: یہ مجھ سے پہلے تقریر کر لیتے تو پھر میں جواب دیتا۔

Mr. Chairman: You can move it subsequently.

جناب اسفند یار ولی: Sir, then it is a promise that you will give me time on personal explanation جو بھی یہاں سے بولتا ہے، آپ انہیں کہتے ہیں کہ relevant رہیں۔ ہر ایک کو آپ بار بار کہتے ہیں ----

جناب چیئرمین: میں ہر ایک کو کہتا ہوں۔ وہاں سے بولا کون ہے۔ سب کو کہا ہے کہ relevant رہیں۔ ہر کسی کو میں کہہ رہا ہوں۔ میری request یہ ہے کہ آپ لوگوں نے کرنا ہے۔ ہاؤس آپ ہی ہیں۔ ہر کوئی اپنی مرضی سے کر رہا ہے۔ مولانا صاحب! تشریف رکھیئے۔ مہربانی کرکے تشریف رکھیئے۔ آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ مسٹر فرحت اللہ بابر، پلیز۔

جناب اسفند یار ولی: بعد میں time دے رہے ہیں personal explanation کے لئے۔

جناب چیئرمین: کتنا time چاہیے؟

جناب اسفند یار ولی: جو بات انہوں نے by name کی، نہ صرف میرا نام لیا، میرے والد کا نام لیا، میرے دادا کا نام لیا بلکہ پوری family کو انہوں نے بیچ میں ڈال دیا۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ ان کی اپنی لیڈر شپ، یہاں بڑے تجربہ کار پروفیسر غفور صاحب Who is the only author of the 1973 Constitution.....

(مداخلت)

جناب چیئرمین: مولانا صاحب! بیٹھیے۔ آپ کا وقت ہو گیا ہے۔ ان کو اپنا point کہنے دیں پھر ہم آگے چلیں گے۔بولیں اور keep it brief

(مداخلت)

جناب چیئرمین: یہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ اس کے لیے آپ بعد میں move کر لیں۔ ابھی اس معاملے کو آگے بڑھنے دیں۔ You can not tell him personal things. There are no point of order, Mr. Farhat Ullah Baber please.

جناب اسفند یار ولی: ہم تو بڑے تحمل والے ہیں کبھی کوئی personal attack نہیں کیا۔

جناب چیئرمین: ابھی بھی آپ کوئی اعتراض نہیں کر رہے ہیں۔ مولانا صاحب! تشریف رکھیئے۔ آپ نے جو بول لیا ہے۔ آپ کا وقت ہو گیا ہے۔ اب آگے بڑھنے دیں۔

(مداخلت)

مولانا راحت حسین: اور ہم پر سب الزامات کی بوچھاڑ کرتے ہیں۔ جب ہم اپنی position کو clear کرنے کی بات کرتے ہیں، اور ہم کسی کا نام لیں اور وہ بھی احتراماً، ہم اس کے نام کے ساتھ مرحوم بھی کہتے ہیں، رحمتہ اللہ علیہ بھی کہتے ہیں، آخر یہ بات ------

جناب چیئرمین: مولانا صاحب! آپ تشریف رکھیئے۔

جناب اسفند یار ولی: یہ دو بزرگ بیٹھے ہیں۔ پروفیسرغفور صاحب تو میرے والد کے colleague رہ چکے ہیں۔ میری پوری تقریر میں ایم ایم اے کا لفظ نکال کر دے دیں تو بھی میں جوابدہ ہوں لیکن مفت میں صرف اپنے نمبر بنانے کے لیے اٹھ کر irrelevant الزامات لگائے جو میں مانتا ہوں کہ controvercial ہیں but then I am prepared to discussthem on the floor of the House. کیا indemnity دیکر کس منہ سے اٹھ کر آج ہمیں یہ طعنہ دے رہے ہیں۔ انہوں نے پرویز مشرف صاحب کو چار سال کی indemnity دی کہ نہیں دی۔ Indemnity means every act that was committed by Pervaiz

جو ووٹ Musharraf since the 12th of October, 1999 including Afghanistan.
انہوں نے لیا جناب! وہ قرآن کے نام پر۔ کتاب کا نشان لیکر کہتے ہیں کہ یہ قرآن ہے۔ کیا مطالبہ قرآن کا، شریعت کا، کیا ان کے دین کا۔ میں تو ان کو نہیں چھیڑ رہا تھا۔۔۔

جناب چیئرمین: اسفندیار صاحب! اب ہو گیا، جو پوائنٹ آپ نے کہہ دیا وہ بعد میں کریں گے۔

Mr. Farhat Ullah Baber please take the floor. At the moment we can not transgress. This will be taken, let us finish the bill then we will take it up.

(مداخلت)

جناب اسفند یار ولی: یا پھر ایک کام کریں۔

جناب چیئرمین: کیا کام کریں۔

Mian Raza Rabbani: Sir what are you talking?

Mr. Chairman: I am talking what you are listening. Please sit down. We cannot transgress, we can not go on to personel things. We are talking on the bill. That is what the issue is right now. I have told him to be relevant. I am telling that to everyone to be relevant. I am aware of the rights, Mr. Farhat Ullah Baber. Please continue your speech.

اس پر اگر بعد میں time ہو گا we can take it up again. ابھی bill پر ہی بات کرنی ہے۔

میاں رضا ربانی: آپ مہربانی کریں، rules کی کتاب پڑھ لیں۔

جناب چیئرمین: میں نے پڑھی ہے۔

میاں رضا ربانی: اگر آپ نے پڑھی ہوتی تو اتنی لمبی بحث نہ کرتے۔

جناب چیئرمین: اگر ہم bill تک ہی confine رہیں تو یہ situation ہی نہیں ہو گی۔

میاں رضا ربانی: جناب والا! situation کی بات نہیں ہے، بات یہ ہے کہ ایک

honourable member کو House کے اندر abuse کیا گیا، ان کا نام لیا گیا، ان کے والد کا نام لیا گیا، ان کے بزرگوں کے نام لئے گئے، ان کی جماعت کا نام لیا گیا اور ان کو ایک بار پھر accuse کیا گیا۔ اب rules کے اندر provided ہے کہ اگر ایسی بات ہو ---

جناب چیئرمین: مجھے پتا ہے کہ آپ بھی تھک گئے ہیں۔ میں نے شروع میں کہا تھا کہ confine کریں، relevant رہیں، ایک ایسی بات کرے گا تو دوسرا بھی کرے گا۔ میں نے کہا کہ relevant رہیں، میں کہتا رہا کہ relevant رہیں۔

میاں رضا ربانی: آپ نے روکا لیکن he went on, it is now on the record of the House.

Mr. Chairman: We will expunge it from the record. We expunge any personal reference from the record rather than going into the explanation, that is expunged from the record.

Mian Raza Rabbani: Right, expunge his speech from the record.

Mr. Chairman: Any personal references are expunged from the record not the entire speech, only personal references are expunged from the record.

Mian Raza Rabbani: Then all names are expunged.

Mr. Chairman: All names will be expunged. We should not take names. Let us confine ourselves to the specific.

آپ مہربانی کرکے نام نہ لیں کیونکہ issue پھر اور ہو جاتا ہے۔ جہاں personal نام ہے وہ record سے expunge ہو گیا۔ مسٹر فرحت اللہ بابر. please keep the time in mind.

جناب فرحت اللہ بابر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب! ابھی تو میں نے شروع نہیں کیا اور آپ نے time کی warning دے دی۔

Sir, I assure you that I will not give any cause to you to remind me about the time even though, there may be a hurry to bulldoze I would like to thank you Mr. Chairman for giving me the opportunity to raise my voice also, alongwith the voices of all those who today stand for democracy and for parliamentary supremacy. I am deeply aware that mine is a feeble voice, a weak voice but it is a voice of conviction and voice of anguish. And anguish and conviction is a lethal combination. All those friends who spoke in defence of parliamentary supremacy before me and those who will be speaking after me also, represent the last line of defence of parliamentary supremacy in this House. The way Mr. Chairman, you are conducting this House in a hurry, sooner or later either this evening or by tomorrow morning this last line of defence will also collapse. This last line of defence will also fall. But fall will not without giving a tough fight.

I said Mr. Chairman, that ours is a voice of anguish and conviction. All that we can do is to bring to the attention of our honourable colleagues from the Treasury Benches and also those who are supporting them in the Constitutional (Amendment) Bill, we can only give them an advice. We can only warn them of the consequences of what they are doing. I know we cannot over turn the bill. I know, we cannot even make further amendments in it. But we can do only one thing, to warn them, to caution them.

اور ہمارا کام صرف یہی ہے کہ

ہر ایک اولوالامر کو صدا دو کہ اپنی فرد عمل سنبھالے
آج ہم ان سے یہی کہتے ہیں کہ دیکھو اپنی فرد عمل سنبھالو

I am anguished Mr. Chairman, because for thirteen long months, our friends in the Opposition have been telling us that the central point is that no individual can make amendments in the Constitution and that all constitutional amendments will have to be endorsed by the Parliament in accordance with the procedure laid down in Articles 238 and 239 of the Constitution. They were with us but unfortunately, when the battle lines were drawn, they compromised their position. Now they are no longer holding the position that the LFO was not part of the Constitution. This Seventeenth Amendment Bill, which has been placed on the table is a loud announcement by the government, is a loud announcement by the Treasury Benches that LFO was and continues to be a part of the Constitution.

My learned colleagues before me, who are well versed in law, have dilated upon this very eloquently, I don't have to go into the details of this. I can only bring to your attention para-9 of this, which talks about Article 268, about validating all laws and says, "provided that certain laws will cease and they be omitted after six years". Meaning thereby that they have accepted that all other laws which are part of the LFO and which have been validated, are part of the valid Constitution.

So, Mr. Chairman, I am anguished that the long held position that the LFO was not part of the Constitution has been compromised.

I am also anguished because a new back door has been shown to the General to sneak into the Office of the President and that back door is through vote of confidence. On the one hand, my those friends who have

supported the 17th Amendment Bill, they have unlocked a secret door for the General to enter into the Presidency and on the other hand they want to tell us that we will not vote for him in the elections.

Mr. Chairman! I think the definition of hypocrisy given in the dictionaries will have to be changed from now on because if I show a back door to a person to sneak into the Presidency and tell him that you are entering to this door and you will become the President, and then I say I am not going to vote for you. I don't know how else can I define hypocrisy.

I am anguished Mr. Chairman, because the civil military equation now has been re-written for all times to come on the terms of the military alone.

I am anguished because the Seventeenth Amendment Bill means that henceforth the Constitution of Pakistan will be written by a few individuals in the GHQ or in the NRB and the Parliament of Pakistan will be asked to endorse that document written, God knows, by a Major or a Major General or by a Subedar Major, to be endorsed as a constitution of Pakistan.

Mr. Chairman: Please confine yourself to the specifics of the Bill.

Mr. Farhat Ullah Babar: Sir, am I not specific?

Mr. Chairman: You are speculative.

Mr. Farhat Ullah Babar: Mr. Chairman, I am extremely specific

because this is the basic thing in the 17th amendment It says, now loud and clear that the Constitution of Pakistan is not the document which is prepared and endorsed by the Parliament but it is going to be the document written in the GHQ and I don't know by a Major General or by a Subedar Major. Is it not relevant?

Mr . Chairman , but the most worrying thing in the 17th Amendment now is the indemnity and the validation given to all the laws and orders and Ordinances under 270-A(a) . I am also Mr . Chairman , looking at the clock.

Mr. Chairman: You have about 3 minutes.

Mr. Farhat Ullah Babar: Apart from the fact about which my learned colleagues have already spoken how it infringes on the provincial autonomy? How it affects the rights of the people to contest election . Since a lot has been spoken on that, I will not take your time to say more about that . I will only bring to your attention that under 270-A(a) , a blanket validation has been sought for all the laws and all the orders and there are Mr . Chairman , more than three hundred orders and laws and executive orders . There is no time of course, for anyone of us to dilate on a large number of them , I will only pick up one of the order and will say how does it affect the civil society.

This is an order dated September 19, 2002 and there is also one of the orders now sought to be validated under 270-A(a). This is an order Mr . Chairman , which may not be saying in these words but in fact , it

means that the land in Lahore will be treated like a melon which will be apportioned between the Generals and the Military Officers at their will.

Yesterday, Mr. Ishaq Dar raised this point briefly but I want to bring it to the attention of this honourable House through you Mr. Chairman, that there is a specific law and this is the law about the setting up of the Lahore Defence Housing Authority. Under the title '31' of the Federal list, laws can not be made by the Parliament on the cooperative housing societies. Ten years ago, there was a Lahore Cooperative Housing Society. Mr. Chairman, I am sorry to say but I have to say on the floor of the House that that society was forcibly taken over by the military authorities in Lahore. The authority was taken over and since the Federal Government can not legislate any law about the cooperative societies and the land to be distributed under it, the military authorities took over that land. They knew that they could not proceed with it. There were some people who challenged it in the Lahore High Court....

Mr. Chairman: Please try to conclude.

Mr. Farhat Ullah Babar: Mr. Chairman, I am explaining a very important point.

Mr. Chairman: You have also the time limit to follow.

Mr. Farhat Ullah Babar: Mr. Chairman, I have not completed my ten minutes and you are interrupting me every time, I am very sorry to say Mr. Chairman, I have to finish this point. This is an order, an order which makes Pakistan into a melon to be apportioned amongst Generals

which is also being validated today.

Mr. Chairman: Don't consume time for other things, come to the main point straightaway.

جناب فرحت اللہ بابر: جناب چیئرمین! میں 270-A(a) کی بات کر رہا ہوں۔ میں civil military relation کی بات کر رہا ہوں۔

جناب چیئرمین: میں کہہ رہا ہوں کہ آپ اپنے ٹائم کے حساب سے بھی چلیں۔

جناب فرحت اللہ بابر: جناب چیئرمین! میں یہ کہہ رہا تھا کہ جب لاہور ہائی کورٹ میں معاملہ گیا اور مرکزی حکومت کو یہ پتا تھا کہ وہ قانون سازی نہیں کر سکتی تو فوج کے کرتا دھرتا نے 19 ستمبر 2002، کو یہ آرڈر پاس کردیا۔

Under which law the land will be distributed among the Generals and military officers and when 270-A(a) validates this law, it validates the principle unfortunately that Pakistan is a melon for the Generals and the military officers.

جناب چیئرمین! میری گزارش ان سے یہی ہوگی کہ اور کچھ نہ کرسکو تو کم از کم اس law کو تو ختم کردو۔ اس order کو تو repeal کردو، اگر اور کچھ نہیں کرسکتے ہو۔

Mr. Chairman, yesterday, honourable member of the Treasury benches who is in the negotiating team, he identified........

Mr. Chairman: Please conclude in two minutes.

جناب فرحت اللہ بابر: انہوں نے کہا کہ

the central principles arrived at in the negotiation. He said these principles were that we will have an elected President and not a monarchy. Mr. Chairman, he is now telling us that we should count our lucky stars that Pakistan will have a President, even if he has entered through the back

door of the Presidency. He asks us to count your lucky stars that we don't have a monarchy. I expect the honourable member to throw light on this. But if he wants us to accept this as a kindness. Mr. Chairman, he has infact ridiculed us. It is less difficult to endure ridicule without malice than to receive kindness with ridicule. He is extending to us a kindness with ridicule that Pakistan has been saved from a monarchical system. I want to tell you, Mr. Chairman, it is like;

تم سے اگر طلب کریں شہر کے لوگ روشنی
صاحب اقتدار ہو، آگ لگا دیا کرو

This is what the government side did when they told us that thank your lucky stars, there is no monarchy.

Mr. Chairman, the last point, I want to make and that again was made by the honourable member on the treasury benches who was in the negotiating team. He said we need to move forward, we need to look forward.

Yes, we all need to move forward, we all need to look forward. But how we can do that? Only if we can legislate a law whereby, we can punish people for constitutional corruption. We have had enough of punishing for financial corruption. The NAB law NAB has also been validated.

Mr. Chairman: Please conclude.

Mr. Farhat Ullah Babar: Mr. Chairman, I am concluding. I would urge my friends from that side of the isle as well, to please assist in

framing a law under Article 6 of the Constitution for punishing for constitutional corruption. I am not expecting them to take the lead. I don't expect them to pilot the law. I only request them and urge them to assist us in passing the law.

Finally, Mr. Chairman, as far as a law on punishing constitutional corruption is concerned, even if my friends can not take the lead, I have the courage to take the lead and I know the way. Thank you very much.

Mr. Chairman: Prof. Khurshid Ahmed.

پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا۔ میں MMA کی طرف سے اپنے بنیادی موقف کی وضاحت چاہتا ہوں اور کوشش کروں گا کہ leader of the party کے لئے جو وقت آپ نے رکھا ہے اسی میں اپنی بات پیش کردوں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ اسی میں رکھیں اپنی بات کو۔

پروفیسر خورشید احمد: لیکن میں آپ سے اور اپنے ساتھیوں سے بھی یہ توقع رکھتا ہوں کہ اختلاف میری رائے سے ضرور کریں لیکن مجھے اپنی بات کہنے کا موقع دیں۔ میں سب سے پہلے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ کل اور آج جو بحث ہم کر رہے ہیں، یہ ایک بڑی مبارک اور خوش آئند چیز ہے۔ میں نے اپنے سارے ساتھیوں کی بات بہت توجہ سے سنی ہے اور مجھے اس بات کے کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اس debate میں موضوع کے بہت سے اہم پہلو ہمارے سامنے آئے ہیں اور خود میرے لئے اس میں ایسی چیزیں تھیں کہ جن پر میں برابر غور کر رہا ہوں۔ ہمارے سامنے نہ آنکھیں بند کر کے کسی چیز کی تائید کرنا ہے، نہ آنکھیں بند کر کے مخالفت۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایک سے زیادہ آراء اخلاص کے ساتھ، دیانت کے ساتھ ایک موضوع پر ہو سکتی ہیں۔ ہم میں یہ حوصلہ ہونا چاہیے کہ پورے conviction سے اپنی بات پیش کریں لیکن

اس کے ساتھ ساتھ دوسرے کی بات کو بھی سمجھیں کہ وہ بھی conviction سے پیش کر رہا ہے اور اس میں بھی حق و صداقت کا اتنا ہی امکان ہے جتنا آپ کی رائے میں ہے۔ میں آپ کی رائے کا احترام کرتا ہوں' اختلاف کے باوجود اور میں چاہتا ہوں کہ میری بات کو بھی آپ اسی جذبے سے لیں۔

دوسری بات جناب والا! میں آپ سے اور Leader of the House سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بلاشبہ وقت لگ رہا ہے اور وقت کی constraints ہیں لیکن لوگوں کو اپنی بات کہنے کا موقع دیا جائے۔ اسی میں خیر ہے اور اس سے پارلیمنٹ کی عزت بڑھتی ہے کم نہیں ہوتی۔ اگر تھوڑا سا زیادہ وقت لگ جاتا ہے تو کوئی نقصان نہیں ہے لیکن ہر شخص کو اپنی بات کہنے کا ضرور موقع ملنا چاہیے۔

جہاں تک اس Bill کا تعلق ہے ' میں بہت صاف الفاظ میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں' شاید بہت سے لوگوں کے لئے یہ غیر متوقع ہو کہ نہ تو میری نگاہ میں یہ کوئی ideal bill ہے اور نہ جتنی آج ضرورت تھی اس کو یہ پورا کر رہا ہے لیکن اتنی بات میں ضرور کہوں گا کہ جو dead lock ملک میں تھا اس سے نکلنے کا ایک راستہ نکالا گیا ہے۔ Economics میں دو positions ہوا کرتی ہیں ' ایک optimal solution, ایک second best solution. یہ optimal solution نہیں لیکن موجودہ حالات سے نکلنے کے لئے ایک راستہ ہم نے بنایا ہے۔ بلا شبہ اس میں ہم نے بھی کچھ قربانی دی ہے۔ Government benches نے بھی اپنے موقف سے انحراف کیا ہے۔ بہت سے دعوے جو جنرل صاحب کر رہے تھے' ان سے وہ ہٹے ہیں۔ اس طرح ہر طرف سے کچھ نہ کچھ give and take ہوا ہے۔

میں یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اس معاملے میں یہ کوئی final چیز نہیں ہے۔ دستوری مسئلے کے حل اور پچھلے تین چار سال میں جو کچھ ہوا ہے اس کی اصلاح کے سلسلے میں یہ صرف ایک قدم ہے۔ جنرل صاحب نے یہ بات کہی کہ یہ کسی کی فتح نہیں ہے' کسی کی شکست نہیں ہے۔ میں اس سے اتفاق کرتا ہوں لیکن میں ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہوں کہ ابھی یہ جمہوریت کی فتح نہیں ہے البتہ جمہوریت کی طرف ایک قدم ہے اور ہمیں قدم اور آگے بڑھانے ہیں۔ میں اس Bill کو صرف اسی حیثیت سے لے رہا ہوں کہ اس طرح دراصل جو ملک کے اندر dead lock

تھا، حکومت کے نمائندے اپنی urgency بیان کریں گے لیکن میں جس بنا پر سمجھتا ہوں کہ یہ Bill urgent ہے، وہ یہ ہے کہ تیرہ مہینے سے یہ ملک ایک سیاسی stalemate کے اندر مبتلا تھا۔ میری نگاہ میں opposition نے بڑا مثبت کردار ادا کیا اور اسی جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ ایک چھوٹا سا دروازہ کھلا ہے۔ میری نگاہ میں حکومت نے اس معاملے میں غفلت برتی ہے، چیزوں کو delay کیا۔ سب سے پہلی اہمیت اس مسئلے کو دینی چاہیئے تھی جو اس نے نہیں دی۔ لیکن اب کم ازکم اس مقام تک وہ آئے ہیں کہ ہم اس کشمکش سے نکل سکیں۔ اس سے پھر پارلیمنٹ بھی اپنا کردار ادا کر سکے گی، اپوزیشن بھی اپنا کردار ادا کر سکے گی۔ ملک میں یہ economic situation ہے کہ آپ investment کے لئے incentives دے رہے ہیں لیکن پیسہ نہیں آ رہا، کیوں؟ اس لئے کہ political stability نہیں ہے۔ کیا وجہ ہے کہ Common Wealth, European Union آپ کو recognize نہیں کر رہیں؟ تو ہم یہ چاہ رہے ہیں کہ کم از کم ایک دروازہ کھلے، ہم آگے بڑھیں۔ یہ صرف پہلا قدم ہے، یہ آخری قدم نہیں ہے۔ ہمیں مل کر آگے بھی بہت کچھ کرنا ہے۔ میں اپنے اپوزیشن کے ساتھیوں سے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ ہم آپ کے جذبات کا، آپ کے convictions کا احترام کرتے ہیں۔ آپ یہ یقین رکھیئے کہ ایم ایم اے نے پورے conviction کے ساتھ، اپنے اصولوں سے وفاداری کے ساتھ لیکن ملکی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اور خود آپ کی اور اپنی مشکلات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ اقدام کیا ہے۔ پچھلی نشستوں میں آپ نے ایک دوسرے کے اوپر تنقید کی اور اس میں جو زبان یہاں پر استعمال کی گئی، میں بھی point of personal explanation پر جواب دے سکتا تھا لیکن میں نے صبر کیا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے جو ان کے منہ میں آتا ہے کہہ لیں۔ لیکن میری نگاہ میں یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔ ہمیں آئندہ بھی مل کر چلنا ہے اور حالات کو مزید درست کرنا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ بھی ایم ایم اے کے پیکج کا حصہ ہے کہ جہاں ہم اس وقت اس بل کو منظور کرنے میں ساتھ دے رہے ہیں وہیں حکومت سے اس کی فارن پالیسی، اس کی معاشی پالیسی، اس کی لاء اینڈ آرڈر کی پالیسی، فوج کی مداخلت اور جو ناانصافیاں ہو رہی ہیں، صوبائی معاملات میں جو اس کی زیادتیاں ہیں، ہم اس پر اسی طریقے سے تنقید کر رہے ہیں جس طرح آپ کر رہے ہیں۔ ہم اس پر ہرگز تعاون نہیں کریں گے۔ اس چیز کا symbol یہ ہے کہ ہم نے کہا ہے کہ ہم آپ کو اعتماد کا

ووٹ نہیں دیں گے۔ بلاشبہ یہ ایک سمجھوتہ ہے' اس میں compromise ہے لیکن یہ سیاست میں پہلی مرتبہ نہیں ہو رہا۔ میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ اس وقت 270-A(a) کے بارے میں جو کچھ کہہ رہے ہیں مجھے اس سے اصولی طور پر اختلاف نہیں' میں نے خود یہی باتیں کہی ہیں۔ میرے ایک دوست نے مجھے quote کیا کہ 270-A(a) کے موقع پر میں نے کہا تھا کہ abominable piece of legislation. میں آج بھی کہتا ہوں۔ لیکن میں اس کے ساتھ یہ بھی کہتا ہوں کہ آرٹیکل 270 جو 73 کے دستور کا حصہ ہے' آرٹیکل 269جو 73 کے دستور کا حصہ ہے' وہ بھی اسی طرح abominable piece of legislation ہیں۔ اس وقت ہم جو کر رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ we are facing abominable situation اور اس abominable situation سے نکلنے کے لئے ہمیں کوئی راستہ اختیار کرنا ہے۔ اسی لئے ہم نے جہاں یہ راستہ اختیار کیا ہے وہاں ساتھ ہی یہ بھی کیا کہ ایک مسلسل عمل کے طور پر پارلیمنٹری کمیٹی بنے گی جو دستور اور ان تمام 300 ordinances جن میں بیشتر سے ہمیں بھی اختلاف ہے' ان سب کا جائزہ لے گی اور کوشش کرے گی کہ ان کی اصلاح کی جائے۔ یہ سارا کام in one go نہیں ہو سکتا تھا۔ اسے مرحلہ وار ہونا ہے۔ اس لئے ہم نے یہ راستہ اختیار کیا ہے۔

میں یہاں پر یہ بھی آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ constitution کے جن حصوں کا میں نے کہا ہے' ان پر آپ ضرور نگاہ ڈالیں۔ ہمیں اس issue کو سمجھنا چاہیئے اور یہ اس ملک کی بدقسمتی ہے کہ بار بار ہمیں constitutional crisis, constitutional deviation سے سابقہ پڑتا ہے پھر ہمیں اس سے نکلنے کا راستہ نکالنا پڑتا ہے۔ یہ normal حالات نہیں ہیں۔ میری نگاہ میں اس وقت بھی پارلیمنٹ کے قائم ہو جانے کے باوجود اور اس سترہویں ترمیم کے قبول کرنے کے باوجود بھی 31 دسمبر 2004 تک لازماً ہم transition phase میں ہی رہیں گے۔ ہم step by stepاس طرف جا رہے ہیں اور یہ strategy ہے جس کی بنیاد پر خود آپ حضرات نے الیکشن میں حصہ لیا۔ کیوں حصہ لیا ہے؟ LFO defecto موجود تھا۔ اسی اعتبار سے ہم نے الیکشن میں حصہ بھی لیا۔ لیکن ہم نے اس کو کبھی de jure نہیں مانا اور آج بھی میں بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ جب تک 17th Constitutional amendment پاس نہیں ہو جاتی' ایل ایف او دستور کا حصہ نہیں بنتا ہے' de jure نہیں ہوتا ہے۔ میری نگاہ میں زیادہ اچھا طریقہ یہ تھا

کہ پورے کا پورا ایل ایف او یہاں لایا جاتا اور ایم ایم اے نے یہ قانون کا مسودہ بنا کر وزیراعظم صاحب کو، چوہدری شجاعت کو بھیجا تھا جس میں پورے ایل ایف او کو ہم لا رہے تھے لیکن انہوں نے یہ راستہ اختیار نہیں کیا۔ دوسرا راستہ اختیار کیا۔ لیکن قانون کے ایک طالب علم کی حیثیت سے محض قانونی موشگافی نہیں بلکہ ٹھنڈے دل سے غور کرنے کے لئے آپ کے سامنے یہ بات رکھوں گا کہ 17th Constitutional Amendment میں 270- A(a) کا ذکر نہ ہوتا۔ اگر ایل ایف او دستور کا حصہ ہے تو اس کی ضرورت نہیں تھی۔ اس لئے کہ promulgation ہوچکا ہے لیکن اب 270-A(a) کو 17th Constitutional Amendment میں لانے کے معنی یہ ہیں کہ اس کے قبول ہونے کے وقت ایل ایف او ان ترامیم کے ساتھ جو اب اس میں کی جارہی ہیں، دستور کا حصہ بنے گا۔ اس وقت تک وہ دستور کا de jure حصہ نہیں بنتا اور یہی justification ہے کہ 270-A(a) کو اس کے اندر لایا گیا ہے ورنہ تو الیکشن ہو گیا تھا ایل ایف او کے تحت لیکن ہم نے اسے نہیں مانا۔ اسے ہم نے اس کے اندر شامل کروایا ہے۔ مجھے پتا ہے اس amendment کے الفاظ ایسے رکھے گئے ہیں جس کے بارے میں بہت سی باتیں کہی جا سکتی ہیں لیکن 270-A(a) کا 17th Amendment میں آنا ہی وہ ذریعہ ہے، یہی وہ process ہے جس کے ذریعے سے ایل ایف او فی الحقیقت constitution کا حصہ بنے گا اور یہی process اس سے پہلے اختیار کیا گیا ہے۔

میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں، میرے دوست مجھے معاف کریں اگر میں یہ کہوں، میں کسی پر اعتراض کے لئے نہیں کہہ رہا ہوں، ذرا 1972 کو یاد کیجئے۔ کیا صورتحال تھی۔ ایک ایل ایف او کے تحت الیکشن ہوا تھا۔ اسمبلی بنی تھی۔ اس اسمبلی کی majority مشرقی پاکستان میں رہ گئی۔ اس اسمبلی نے دستور سازی کا کام شروع کیا اور دستور سازی سے پہلے جناب بھٹو صاحب مرحوم کو صدر بنا دیا گیا تھا، کن بنیادوں کے اوپر؟ پھر وہ interim constitution لائے اور یہ بڑا اہم موقع ہے، 14 اپریل 1972 کو interim constitution لایا جاتا ہے اور سترہ اپریل 1972ء کو اسے منظور کروا لیا جاتا ہے۔ تین دن کے اندر پورے کا پورا interim constitution منظور کروا لیا جاتا ہے اور صرف ان basis کے اوپر کہ مارشل لاء صرف اس وقت اٹھائیں گے جب یہ بحال ہوگا اور presidential system لایا جاتا ہے اور پھر آج when elections were

in spirit اور reversible vote of confidence پر میرے دوست اعتراض کر رہے ہیں اور
میرے لئے بھی یہ بہت ہی ناخوشگوار طریقہ ہے اس لئے کہ میں سمجھتا ہوں کہ صحیح طریقہ
Presidential Election کا وہی ہے جو دستور میں لکھا ہوا ہے۔ لیکن جیسا میں نے کہا
constitutional deviation اور transition کے زمانے میں کچھ راستے نکالنے پڑتے ہیں۔

میں سینیٹر بھائی رضا ربانی صاحب کے الفاظ آپ کو پڑھ کے سناتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ

Shaheed Bhutto was asked to take over being the leader of the majority party as the President and Chief Martial Law Administrator on 20th December, 1971. The National Assembly met and gave him a vote of confidence. An interim Constitution was adopted by the National Assembly on 17th April, 1972.

یہ vote of confidence تھا جس نے ان کو President بنایا۔ حالانکہ الیکشن کا طریقہ اس دستور میں لکھا ہوا تھا۔ abnormal حالات کے اندر abnormal راستے اختیار کرنے پڑجاتے ہیں۔ اس لئے اس بات کی ضرورت پڑتی ہے کہ کسی طریقے سے ہم abnormal situation سے نکلیں۔ ہمیں حلال و حرام کا اختیار بھی دیا گیا ہے اور شریعت کے بارے میں کچھ تھوڑی سی معلومات تو رکھتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ کن معاملات کے اندر شریعت نے کیا احکام دیے ہیں اور اسے قرآن نے کس طرح غیر معمولی حالات میں حکمت، مصلحت اورضرورت کی بنیاد پر کیا relexation دیا ہے۔ abnormal حالات کے لئے بھی کچھ راستے اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ ہم اب اس وقت abnormal حالات سے گزر رہے ہیں۔

میں جناب والا! یہ بھی آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ اسی basis پر اس Constitution نے جنرل یحییٰ کے دور کو، 1973 Constitution سے پہلے کے دور کو، ایوب صاحب کے دور کو validation دی ہے۔ یہ ساری لسٹ یہاں موجود ہے۔ یہ تمام abominable pieces of legislation ہیں لیکن they are part of life. They have to be faced to get out of abominable situations. یہ اس کی justification ہے۔

جناب والا! اب میں اس بل کی طرف آتا ہوں اور بل کے بارے میں، میں آپ سے یہ

بات کہنا چاہتا ہوں کہ میں اپنے ان تمام دوستوں سے سو فیصد متفق ہوں اور میرے پاس ساری چیزیں موجود ہیں یہ بتانے کے لئے کہ ایک شخص کو دستور سازی کا اختیار نہیں۔ ہماری Supreme Courts نے بڑے اچھے فیصلے بھی دیے ہیں اور بلا شبہ ایسے فیصلے بھی آئے ہیں جن کے اوپر ہم سب مضطرب ہیں لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ جہاں جسٹس منیر نے تمیز الدین خان کیس میں غلام محمد صاحب کے اس act کو justify کیا تھا وہیں یوسف پٹیل کیس 1955 ، اور اس کے بعد Governor General's reference to Federal Court میں بڑا عمدہ judgement ہے جس میں یہ اصول ہمیشہ کے لئے lay down کر دیا گیا ہے کہ کوئی ایک فرد legislation کو Constitution making کا نام' legislation کا نام نہیں دے سکتا۔ اسی اصول کو پھر یعقوب خان نے عاصمہ جیلانی کیس میں اور نصرت بھٹو کیس میں انعام الحق نے جگہ جگہ quote کیا ہے۔ یہ بنیادی چیز ہے۔ ہم اس پر stand کرتے ہیں اور اسی لئے ہم یہ چیز لا رہے ہیں کہ جب تک پارلیمنٹ 270-A(a) کو قبول نہیں کر لیتی اس وقت تک یہ اصول رہے گا کہ ایک فرد interfere کر سکتا ہے Constitution میں۔ لیکن اگر Parliament اس کو قبول کر لیتی ہے تو یہ اس کے منہ پر ایک طمانچہ ہے۔ یہ ہر آمر کے لئے اور فوجی حکمران کے لئے ایک پیغام ہے کہ اگر تم نے Constitution کو violate کیا تو تمہاری بات قوت کی بنیاد پر چل تو سکتی ہے لیکن مانی نہیں جائے گی۔ مانی صرف اس وقت جا سکتی ہے جب proper legislation, proper constitutional طریقے سے ہو۔ یہ بل 238 کے تحت آیا ہے۔ یہ ایل ایف او کے تحت نہیں آیا ہے۔ یہ ہے بنیادی اصول جسے ہم نے تسلیم کرایا ہے اور یہ جنرل پرویز مشرف اور Government party کی طرف سے اپنے اس موقف سے بہت بڑا انحراف ہے' وہ یہاں آئے ہیں' یہاں پارلیمنٹ میں اس پر گفتگو ہوئی ہے' پارلیمنٹ نے اسے approve کرنا ہے۔ جب تک پارلیمنٹ اسے approve نہیں کرتی یہ constitutional نہیں بن سکتی۔ دراصل اس کو منظور کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم پوری قوم کو اور فوج کو یہ message دے رہے ہیں کہ کسی ایک فرد کو دستور میں ترمیم کا اختیار نہیں ہے۔

دوسرا جناب والا! میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ referendum کے بارے میں بھی بلاشبہ 41 میں ترمیم کر کے جو راستہ اب اختیار کیا گیا ہے وہ کوئی پسندیدہ راستہ نہیں ہے' ایک

مجبوری کا راستہ ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ referendum کو ineffective قرار دینے کا بھی ایک ذریعہ ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ referendum کے ذریعے جو claim کرتے ہیں کہ میں منتخب ہو گیا ہوں، وہ منتخب نہیں ہوئے۔ پارلیمنٹ نے اس پوزیشن کو reject کر دیا ہے۔ پارلیمنٹ یہ کہتی ہے کہ جب تک کہ ہم vote of confidence نہ دیں، وہ طریقہ غلط تھا، صحیح ہے کہ ideal طریقہ یہی تھا کہ جس شخص کو بھی صدر بننا ہو وہ 41 کے شیڈول میں جو راستہ ہے اسے اختیار کرے لیکن اگر وہ نہیں کیا گیا تو پارلیمنٹ ایک غیرمعمولی حالت میں، ایک illegitimate position کو legitimate کرنے کا راستہ بتا رہی ہے۔

یہاں میں آپ کو بتاؤں کہ ہماری تاریخ میں بہت سے ایسے واقعات ہوئے ہیں۔ میں نے بھٹو صاحب کے vote of confidence کا ذکر آپ سے کیا۔ اگر آپ اس سے اور پیچھے دیکھیں تو امام ابو حنیفہ کے دور میں ایک بڑا دلچسپ واقعہ ہوا تھا اور وہ یہ کہ دو بھائیوں کی دو بہنوں سے شادی ہو گئی اور confusion میں ایک کی دلہن دوسرے کی طرف چلی گئی اور شب باشی بھی ہو گئی۔ اس کے بعد جب مسئلہ سامنے آیا تو امام صاحب نے بڑا تاریخی فیصلہ دیا، انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے یہ ایک غلط کام ہو گیا ہے لیکن اب اس کو legitimate کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ دونوں اپنی اپنی بیوی کو طلاق دے دیں اور جس جس کے ساتھ شب باشی کی ہے، اس سے ان کا نکاح کر دیں۔ ہماری position بھی یہی ہے کہ وہ وہاں پر موجود ہیں لیکن legitimate نہیں۔ ہم اس کو legitimate کرتے ہیں۔ اس لئے میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ referendum کے رد کے لئے غیرمعمولی حالات میں انہوں نے ایک راستہ نکالنے کی کوشش کی ہے۔

جناب والا! اس میں فوج کا کردار بھی ہمارے سامنے آتا ہے۔ میرے دوستوں نے یہ بات کہی ہے اور میں ان سے زیادہ اس بات کا قائل ہوں کہ فوج کو سیاست میں participation کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ یہ دستور میں لکھا ہوا ہے کہ جو عہد ہر فوجی کرتا ہے وہ اصل چیز ہے اور جس نے اسے violate کیا ہے ---اور میں اپنے بھائی سے اتفاق کرتا ہوں کہ آرٹیکل 6 کے بارے میں پارلیمنٹ نے legislation follow نہیں کیا، ہمیں ضرور کرنا چاہیے۔ جب تک ان لوگوں کو سزا نہیں ملے گی جو کہ violate کرتے ہیں، اس کا راستہ نہیں رکے گا۔ 7th

Amendment اس سلسلے میں ایک بڑی غیرمعمولی amendment ہے کہ اس میں sitting General کے سارے دعوؤں اور کوشش کے باوجود کہ National Security Council دستور کا حصہ بن جائے گی، پارلیمنٹ اس پر bar نہیں، کوئی constitutional organ, کوئی constitutional authority اس شکل میں نہیں ہے۔ ٹھیک ہے Act of Parliament اس کے ساتھ بن سکتا ہے اور اس سے پہلے بنا بھی، آخر کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ فاروق لغاری صاحب نے ایک شکل قائم کی تھی۔ میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ 152(a) کا نکالا جانا دراصل اس بات کا برملا اظہار ہے۔ اسی طریقے سے اس اصول کا تسلیم کیا جانا، یہ ٹھیک ہے کہ constitutional deviation کے محدود period کی حد تک Chief of the Staff صدر رہ سکتا ہے لیکن یہ دونوں عہدے جمع نہیں کئے جا سکتے، اسے ایک عہدہ چھوڑنا پڑے گا اور اس نے publicly اس بات کا اعلان کیا، یہ سب کہنے کے باوجود کہ نہیں! میں provision رکھوں گا۔ دراصل ہم نے اس اصول کو منوایا۔ میں مانتا ہوں کہ یہ سارے اصول ہم اپنی مکمل شکل میں حاصل نہیں کر سکے لیکن اس کی طرف ایک قدم ہے۔ پہلا قدم یہی ہے کہ کوئی فرد دستور میں ترمیم نہیں کر سکتا، دستور میں ترمیم کا ایک ہی طریقہ ہے جو کہ 238 اور 239 میں ہے۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ پارلیمنٹ sovereign body ہے اور پارلیمنٹ بھی sovereign اس لئے ہے کہ اسے عوام نے منتخب کیا ہے۔ اصل sovereign تو عوام ہیں، ہم ان کے نمائندے کے طور پر sovereign ہیں۔ ہماری sovereignty limited ہے۔ وہ unlimited نہیں ہے۔ یہ چیز میں نہیں کہہ رہا ہوں، ڈائسی سے لے کر آج تک جتنے بھی constitutional experts ہیں، انہوں نے یہ بات کہی ہے کہ final sovereign تو people ہیں اور اگر dissolution کا حق کسی کو دیا بھی جاتا ہے تو اس لئے کہ دوبارہ reference to the people ہو۔ پھر میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اصولاً President کے اختیارات کو 17 Amendment کم کر رہی ہے، بڑھا نہیں رہی ہے۔ وہی میں نے کہا کہ یہ صرف پہلا step ہے اس میں مزید کی ضرورت ہے اس لئے کہ جو توازن ہونا چاہیے وہ ہمارے ہاں نہیں ہے لیکن ساتھ ہی میں یہ بھی کہوں گا کہ جس طرح presidential interference غلط ہے، اسی طرح parliamentary system اور Prime Ministerial system میں فرق ہے۔ آج مغربی دنیا

میں سیاست کی کوئی کتاب اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ بڑی اہم بحثیں اس موضوع پر ہو رہی ہیں کہ اس parliamentary system کے اندر اگر Prime Minister کو absolute power مل جاتی ہے تو اس طرح parliamentary system نہیں آئے گا۔ مجھے دکھ سے کہنا پڑتا ہے جو چیز آپ لوگوں نے 1973ء میں کی تھی، وہ بھی ایک compromise تھا۔ میں اپنی بات نہیں کر رہا ہوں، میں آپ کو متوجہ کروں گا کہ پیپلز پارٹی کے law minister جناب محمود علی قصوری صاحب نے جس بناء اختلاف کیا پھر اس کا note of dissent دیا۔ یہ Constitution making in Pakistan کے documents کے اندر موجود ہے۔ اس میں وہ صاف کہتے ہیں کہ:

Instead of a full-fledge democracy and a parliamentary government, we all in last Constitution provided with a government wherein the Prime Minister will have every opportunity of becoming a dictator This is not parliamentary government but is Prime Minister's dictatorship. It is interesting to note that the official designation of both Hitler and Massoulini corresponded to prime minister.

یہ محمود علی قصوری کے الفاظ ہیں جو note of dissent میں ہیں، جس میں صدر کے لئے بھی ضروری تھا کہ Prime Minister کے endorsing signature ہوں۔ اس کے بغیر دستخط نہیں کرسکتا۔ وہ صحیح ہے نہ یہ صحیح ہے، ہمیں بیچ کا راستہ نکالنا ہے، checks and balances کی ضرورت ہے اور میں صاف کہتا ہوں کہ اپنی موجودہ شکل میں checks and balances میں صدر کو ایسے اختیارات دے دیئے گئے جو اس کو حاصل نہیں ہونے چاہئیں۔ 17th Constitution Aamendment میں ہم نے اس میں سے کچھ کے پر کاٹے، سب نہیں۔ ہمیں آگے بھی کام کرنا ہے لیکن ہم اس وقت کی طرف آئے، ایسا نہیں ہے کہ اس سے کہیں اور گئے ہیں۔ میں آپ سے یہ بھی کہنا چاہتا ہوں جناب والا! کہ NFC کا نکال دیا جانا ایک بہت بڑی achievement ہے، پارلیمنٹ کی opposition کی۔ Opposition نے اس پر stand لیا تھا اور ہم اس چیز کے مطابق indicated ہیں۔ میں آپ سے یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ ہم نے عدلیہ کو rehabilitate کیا ہے۔ عدلیہ ایک institution ہے، افراد سے غلطیاں ہوسکتی ہیں لیکن ہمیں

institutions کی حفاظت کرنی ہے' اسی طرح پارلیمنٹ سے غلطی ہوسکتی ہے۔ فوجی قیادت کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں کہ فوج میں شہید اور غازی بھی ہیں اور فوج میں کچھ کلنک کا ٹیکا بھی ہیں۔ ہمیں ادارے کا تحفظ کرنا ہے' افراد کا نہیں۔ عدلیہ کے سلسلے میں ہم نے کوشش کی ہے کہ جو bribe دی گئی تھی اس کو ختم کیا جائے اور ہماری legal community کا بھی بڑا contribution ہے' اس پوری جدوجہد میں ان کا تعاون حاصل رہا ہے۔ Supreme Court کو 58 (2)(b) میں لانے کے معنی بھی یہی ہیں کہ اس کا فیصلہ final اور binding ہو گا۔ بلاشبہ میرے بھائی نے یہ بات کہی ہے اور اس میں improvement ہوسکتی تھی لیکن جس شکل میں یہ ہے' definitely اس شکل کے اندر یہ judicial review کے لئے executive کے اقدامات کو open کر رہا ہے اور یہ بہت بڑی achievement ہے اور یہ judiciary کو ایسا مقام دینا ہے جس سے ہم توقع رکھتے ہیں کہ checks and balances اس کی شکل میں رونما ہوں گے۔ اگر پارلیمنٹ اپنے معاملات کو ٹھیک سے انجام نہیں دیتی ہے تو بلاشبہ final authority President کی نہیں ہے' عوام کی ہے جو نئے election کے ذریعے' نئے افراد کو لے کر آئیں گے۔ میں آپ کو یہاں یہ بھی یاد دلانا چاہتا ہوں کہ 8th Amendment کے بعد جتنی بھی governments آئیں انہوں نے 58(2) (b) کو باقی رکھا حتیٰ کہ 13th Constitutional amendment کے تحت اس کو بدلا گیا۔ ایسا نہیں ہے ' checks and balances ایک evolving process ہے۔ اس کے لئے ہم نے ایک طرف پیش قدمی کی ہے اور ابھی آگے اور اقدامات کرنے ہیں۔

Mr. Chairman: Please, try to conclude now.

پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! میں بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔کہنے کے لئے دلائل بہت تھے' میرے پاس ابھی material بھی بہت ہے لیکن میرا خیال یہ ہے کہ میں نے بنیادی بات کہہ دی ہے اور آخری بات میں کہنا چاہتا ہوں کہ حکومت کا رویہ میری نگاہ میں پوری opposition کو ساتھ لے کر چلنے کا ہونا چاہیے' حکومت کو یہ محسوس کرنا چاہیے کہ جو deviations ہوئے' وہ ایک fact ہے' ان deviations کو ہم in

one go ختم نہیں کر سکے لیکن ہمیں ان کو gradually ختم کرنا ہے۔ ہمارا target یہی ہونا چاہیے۔ MMA نے صرف اس لئے تعاون کیا ہے کہ ہم نے ان deviations میں کم از کم کچھ کو محدود کرنے، کچھ کو ختم کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ لیکن یہ محض ایک جزوی کامیابی ہے۔ یہ پہلا قدم ہے۔ ہمیں ابھی اس معاملے میں بہت آگے بڑھنا ہے اور Parliament کی supremacy صحیح معنوں میں اس وقت قائم ہوگی جب فوج کی مداخلت--- جب ایک سال کی مدت دی گئی ہے موجودہ صدر کو تو تمام چیزیں ختم ہوجاتی ہیں اور Parliament صحیح خطوط کے اوپر عوام کے مسائل، ان کی ضروریات کے مطابق قانون سازی اور پالیسی سازی سرانجام دیتی ہے۔ لیکن یہ بھی اس میں ضروری ہے اور Parliament کے ممبران سے میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنی ذمہ داریاں محسوس کریں، یہ sovereign body ہے، صرف حکومت اور اپوزیشن نہیں بلکہ ہم سب کو مل کر پاکستان کے دستور کی حفاظت اور پاکستان میں جمہوریت کی حفاظت، پارلیمانی نظام کی حفاظت کے لئے کام کرنا ہے بجائے اس کے کہ ہم ذاتی مفادات، گروہی مفادات یا اقتدار کے لئے کام کریں۔ میں آپ سے صاف کہتا ہوں کہ ہم نے صرف Constitutional issues پر ملک کو اس crisis سے نکالنے کے لئے یہ اقدام کیا۔ کوئی دوسری چیز اس package میں شامل نہیں تھی اور نہ ہے ۔ ہم انشااللہ اپوزیشن میں رہ کر اپنے منشور اور اپنے اصولوں کے مطابق اپنا کردار ادا کریں گے۔ حکومت جو صحیح بات کرے گی ہم تعاون کریں گے، جو غلط بات کرے گی ہم گرفت کریں گے۔ اپوزیشن کے ہمارے دوسرے ساتھی جو صحیح بات کریں گے، ہم ان کا ساتھ دیں گے اور جہاں ہمیں ان سے اختلاف ہوگا وہاں ہم احترام کے ساتھ اختلاف کریں گے۔

ہم اس طریقے پر آگے بڑھنا چاہتے ہیں اور قرآن نے ہمیں یہ اصول بتایا ہے کہ نیکی اور اچھائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور جہاں غلط کام ہو وہاں ہرگز تعاون نہ کرو۔ انشااللہ ہم اسی راستے پر چلیں گے۔ اسی بنیاد پر ایک heavy heart کے ساتھ، اس جذبے کے ساتھ نہیں کہ کامیابی ہوئی ہے اور ہم نے بڑا تیر مار لیا ہے، صرف اس جذبے کے ساتھ کہ ہم ملک کو اس crisis سے نکال رہے ہیں، Parliament کو crisis سے نکال رہے ہیں، ہم نے احتجاج کیا، اس احتجاج نے اپنے نتائج دکھائے لیکن وہ احتجاج اب stale ہوتا جا رہا تھا جو آپ بھی جانتے

ہیں ہم بھی جانتے ہیں' اب ہم نے وہ راستہ نکالا ہے جس میں آپ بھی effectively participate کرسکیں گے اور ہم بھی participate کرسکیں گے اور اس طرح ہمارے قدم آگے بڑھ سکیں گے۔ یہ ایک تدبیر کا معاملہ ہے۔ یہ ایک حکمت کا معاملہ ہے۔ یہ ایک مصلحت کا معاملہ ہے اور ہمیں توقع ہے کہ اس کو اسی سمت میں لیا جائے گا۔ ہم نے آپ کے ساتھ کام کیا ہے اور ہم مل کر کام کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے آپ سے اختلاف کیا ہے۔ ہم آپ کی رائے کا احترام کرتے ہیں۔ آپ ہماری رائے کا احترام کریں۔ بجائے اس کے کہ ایسی زبان استعمال ہو کہ یہ right اور establishment کا cooperation ہے۔ ہمیں بتائیں کہ left اور liberal اور Army کا cooperation کیا رہا ہے۔ ساری تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ کون کس کا Foreign Minister تھا اور کون کس کا Railways Minister تھا۔ یہ سب کچھ ہم جانتے ہیں۔ ہم بھی کہہ سکتے ہیں۔ لیکن ہم avoid کرتے ہیں اس چیز کو۔ ہمیں کہا گیا کہ یہ کوئی militant group ہے۔ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ MMA میں جہاں جید علماء ہیں 'وہاں اس میں سکالرز بھی ہیں' اس میں وہ لوگ ہیں جن کی دنیا میں عزت ہے۔ جنھوں نے ہزاروں گریجویٹس نہیں پی ایچ ڈی تیار کئے ہیں جو آج بھی examiner ہیں اور عزت سے ان کو quote کیا جاتا ہے دنیا میں۔ اس طریقے سے militants کی بات کرنا بڑی نامناسب بات ہے لیکن میں اس میں پڑنا مناسب نہیں سمجھتا۔ ہمیں وہ زبان استعمال کرنی چاہیے جو معقول پارلیمانی زبان ہے۔ ایک دوسرے کا احترام کیجئے ' ایک دوسرے سے اختلاف کیجئے اور اس کے ساتھ ساتھ کوشش کیجئے کہ ہمارے قدم آگے بڑھیں اور ملک جس crisis میں ہے اس سے نکلے۔ یہ ہے وہ چیز جس نے ہمیں مجبور کیا ہے کہ ہم آپ کا ساتھ دے رہے ہیں ورنہ ہم اپوزیشن میں ہیں' اپوزیشن میں رہیں گے۔ ان الفاظ کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ شکریہ۔

Mian Raza Rabbani: Point of Order Sir.

Mr. Chairman: I think everything that is personal that should not continue with the .....

Mian Raza Rabbani: No sir, Professor Sahib said some

words.

Mr. Chairman: Let go Raza Sahib, they should continue.

Mian Raza Rabbani: Sir, I may read 205. Sir, kindly read 205. "A member may, with the permission of the Chairman, make a personal explanation arising out of something said.

Mr. Chairman: It says with the permission of the Chair , and the Chair says let us continue with the speeches .

Mian Raza Rabbani: Continue with the speeches but this is a part and parcel of Parliament.

Mr. Chairman: I appreciate that. I agreed and I have said with the permission of the Chair. Safdar Ali Abbasi .

Mian Raza Rabbani: Sir, yes, but under 205, sir, you cannot deny me .

Mr. Chairman: I am not denying you, I am explaining you that there are other members. There is no need for the personal explanation .

Mian Raza Rabbani: There is a need for personal explanation. Professor Sahib has quoted me out of context, there is a need for personal explanation.

Mr. Chairman: OK. Make a brief statement.

Mian Raza Rabbani: I will be brief. Sir, I will be very brief. Professor Sahib, I have lot of respect for him, quoted from my book and said that I have stated in that the Shaheed Zulfiqar Ali Bhutto was given a

vote of confidence and that this vote of confidence is analogous to the present amendment in the LFO. I would like to set the record straight, at that time, there was no provision in the Constitution for the election of a President, No. 1 No. 2, at that time, when the vote of confidence was taken, Shaheed Zulfiqar Ali Bhutto was the leader of the majority party. Infact today, the position is that the mood of election to the President is defined under the Constitution and what is now being done is that substitution is being made to that mood of election. So, there is a material difference, the two votes of confidence can't be drawn in comparison. Thank you.

Mr. Chairman: Dr. Safdar Ali Abbasi, please. Yes Prof. Khurshid Sahib.

پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! میں نے جو بات کی ہے وہ یہ ہے کہ غیر معمولی حالات میں اس سے ہٹ کر راستہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ یہ ایک مثال ہے اور دوسری مثالیں بھی ہوسکتی ہیں۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ دونوں ----

جناب چیئرمین: جی ڈاکٹر صفدر علی عباسی۔

جناب رضا محمد رضا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: نہیں رضا صاحب، کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوگا۔ ان کا آپس کا معاملہ تھا، ان سے relevant بات تھی، اس لئے ان کو موقع دیا۔ رضا صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ صفدر علی عباسی! آپ شروع کریں۔ اگر نہیں بولنا چاہتے ہیں تو کوئی اور بولے گا۔ آپ کو کل بھی کہا تھا کہ آپ decorum کا احترام کیا کریں۔ جب Chair اجازت نہیں دے رہی تو ضرورت نہیں ہے۔ مہربانی کرکے اس کو رہنے دیں۔

جناب رضا محمد رضا: نہیں، کام کی بات ہے۔

جناب چیئرمین: جب کام کی بات ہے تو اس کا بھی وقت آ جائے گا۔ نہیں مہربانی کر کے آپ تشریف رکھیں ۔ عباسی صاحب! آپ شروع کریں۔ عباسی صاحب! آپ کا mike on ہے آپ شروع کریں۔ رضا صاحب! پوائنٹ آف آرڈر کی اجازت نہیں ہے۔ رضا صاحب! ہم آپ کا احترام کرتے ہیں۔ کل بھی آپ کا بڑا خیال رکھا ہے۔ نہیں، میں ایک منٹ بھی نہیں دے سکتا۔ یہ پھر نیا trend شروع ہوگا۔ عباسی صاحب! آپ شروع کریں۔ رضا صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ رضا صاحب! کوئی relevant نہیں ہے۔ میں عرض کر رہا ہوں آپ کو کہ آپ بیٹھ جائیں۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟ اس وقت مذہبی مسئلے پر وہ بول چکے ہیں۔ دیکھیں، جو آپ نے بولنا تھا وہ آپ بول چکے ہیں۔ عباسی صاحب! اگر آپ بولنا نہیں چاہتے تو پھر میں next speaker پر چلا جاؤں۔ آپ بولیں، آپ شروع کریں۔

ڈاکٹر صفدر علی عباسی: میں بولنا چاہتا ہوں لیکن جب وہ میرے آگے بول رہے ہیں تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں تو کھڑا ہوں۔

جناب چیئرمین: رضا صاحب! مہربانی کرکے تشریف رکھیں ۔ میں اس وقت allow نہیں کروں گا۔ میں نے آپ سے عرض کیا ہے کہ نہیں، اس وقت اور کوئی issue نہیں ہے، کوئی personal explanation نہیں ہے۔ یہ سب پر apply ہوتا ہے صرف آپ پر نہیں کرتا ہے۔ دل آزاری کی بات نہیں ہے۔ دیکھیں یہ ایک procedure کی بات ہے۔ مہربانی کرکے اپنے رویے کو تبدیل کریں۔ نہیں، مہربانی کرکے آپ تشریف رکھیں ۔ جب آپ کی باری ہو تو آپ تقریر کیا کریں۔

ڈاکٹر صفدر علی عباسی: جناب چیئرمین! شکریہ۔ آج پاکستان میں ایک طویل آئینی لڑائی ، اس ۱۷ ویں ترمیمی بل کا ایک حصہ ہے۔ یہ ملک بڑے طویل عرصے تک سرزمین بے آئین رہا۔ بڑی کوششیں ہوئیں کہ اس ملک میں آمرانہ طرز حکومت کو دوام بخشا جائے۔

(مداخلت)

ڈاکٹر صفدر علی عباسی: جناب چیئرمین! میں تو آپ کے احترام میں آنکھیں نیچے کر کے کھڑا ہوں۔

جناب چیئرمین: نہیں، اتنا احترام نہ کریں۔

ڈاکٹر صفدر علی عباسی: میں تقریر پڑھ کر نہیں کر رہا ہوں۔ مجھ پر پڑھنے کا الزام نہ لگائیں۔

طویل آئینی لڑائی میں وہ وقت آئے کہ ۱۹۵۶ء کا آئین بنا، ۱۹۶۲ء کا آئین بنا، جس کے خالق شاید اس ایوان میں موجود ہوں۔ اس طویل لڑائی کے بعد ۱۹۷۳ء کا آئین بنا۔ اس ۱۹۷۳ء کے آئین کے بنانے والوں کو، میں اس کا کریڈٹ صرف پاکستان پیپلز پارٹی یا شہید ذوالفقار علی بھٹو کو نہیں دوں گا بلکہ اس اسمبلی میں موجود ان تمام اکابرین کو جن میں شاید پروفیسر عفور احمد صاحب بھی ہیں جو اس وقت constitution کمیٹی کے ممبر تھے، دیتا ہوں۔ وہ بھی یہاں موجود ہیں۔ اور جتنے اکابرین تھے، انہوں نے ایک ایسا دستور اس ملک کو دیا جسے آج ہم کتنی بھی کوشش کرلیں---۔ جنرل مشرف اور جنرل ضیاء جیسے dictators بھی پیدا ہوئے، تب بھی ہم 1973 کے آئین کو ختم نہیں کر سکے۔1973 کے آئین نے اس ملک کے آئینی نقشے پر، اس ملک کے قانونی حوالے سے وہ نقش چھوڑا ہے کہ تمام dictators اور ان کے حواری اس آئین کو ختم نہیں کر سکے ۔جب بھی ہم واپس آتے ہیں تو اسی آئین کی طرف واپس آتے ہیں کہ ہاں! یہ ایک بنیادی بات ہے اور اسی بنیادی بات کو لے کر ہم نے آگے چلنا ہے۔

جناب چیئرمین! میں 1999 کے episode میں نہیں جاؤں گا۔ اس ملک میں جیسے پہلے ہوتا رہا ہے، ایک نئی military intervention ہوئی۔ میں 2002 کے الیکشن کے بعد سے شروع کرتا ہوں۔ ہاں! کچھ دوستوں کا یہ بھی خیال ہے کہ وہ political parties جو جنرل مشرف کو یہ آئینی system دینا چاہتی تھیں اور نہیں مانتی تھیں، ان کو الیکشن میں حصہ نہیں لینا چاہیے۔ میرے نزدیک الیکشن میں حصہ لینا، ہر سیاسی پارٹی، ہر سیاسی کارکن اور ہر سیاسی آدمی کا ایک بنیادی فرض ہے اس لئے کہ اسے عوام کی طرف recourse کرنا ہوتا ہے۔ عوام ہی اس کو دوام بخشتے ہیں، اس کو elect کرتے ہیں، اس کو اس ادارے میں بھیجتے ہیں۔ اس کی سیاست اور اس کی حکمت عملی کو دوام بخشتے ہیں۔

جناب والا! 2002 کے الیکشن کے بعد بنیادی لڑائی شروع ہوئی۔ یہاں ہمارے ایک

بزرگ دوست نے کہا کہ ہم انڈے اور مرغی کی لڑائی میں نہ جائیں کہ انڈہ پہلے تھا یا مرغی - جناب والا! میں بالکل کہوں گا کہ انڈے اور مرغی کے مسئلہ کو آپ دور کریں۔ اس لئے کہ اس کا اس بنیادی بات سے کوئی تعلق نہیں۔ آیا LFO آئین کا حصہ ہے یا آئین کا حصہ نہیں ہے، لڑائی یہاں سے شروع ہوئی اور ہم نے اس لڑائی کو باوجود اس کے کہ ہمارے اوپر criticism بھی تھا، لوگ یہ کہتے تھے کہ آپ parliament کو redundant بنا رہے ہیں لیکن ہم نے وہ لڑائی صرف اس بنیادی اصول پر لڑی کہ ایک شخص کو یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ آئین میں من مانی ترامیم کرے۔ جناب عالی! میں 1962 کا آئین آپ کو یاد دلاؤں گا کہ 1962 میں ایوب خان کے بارے میں یہ کہا جاتا تھا کہ وہ فیصل آباد کا گھنٹہ گھر بن گیا ہے۔ تو جناب آج جنرل مشرف کیا ہے۔ کیا وہ فیصل آباد کا گھنٹہ گھر نہیں بن گئے ہیں؟ اس چیز میں جائے بغیر کہ LFO آئین کا حصہ ہے یا نہیں ، اب تو میں سمجھتا ہوں کہ حکومت بھی تسلیم کر چکی ہے لیکن کس وقت؟ اس وقت جب ہم نے یہاں کھڑے ہو کر چیخ چیخ کر کہا کہ LFO آئین کا حصہ نہیں ہے ۔وہ کہتے تھے کہ آئین کا حصہ ہے، ہم کہتے تھے نہیں ہے۔ آپ نے سپیکر کے آفس کو بھی نہیں چھوڑا۔ اسے controversial بنایا گیا۔ آپ ادھر امریکہ جا رہے تھے اور سپیکر سے ruling لے رہے تھے کہ وہ کہے کہ LFO آئین کا حصہ ہے۔ آج آپ نے سپیکر کے سر پر کیا چھوڑا ہے؟ آج وہ کس منہ سے کھڑا ہو کر کہے گا کہ LFO آئین کا حصہ ہے ۔یہ بھی کھڑے ہو کر کہیں کہ LFO آئین کا حصہ ہے ۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ یہ نہیں کہہ سکتے ۔آپ تو بچ گئے ۔ مجھے تو بڑی خوشی ہے کہ ہمارے چیئرمین صاحب یہ ruling دینے سے بچ گئے۔ ورنہ تو شاید آپ سے بھی کسی موقع پر ruling لے لی جاتی۔ ہوتا کیا ہے کہ personal agenda ہوتا ہے۔ ذاتی agenda ہے کہ امریکہ جانا ہے اور ruling سپیکر سے لینی ہے۔ personal agenda ہے کہ جناب! آگرہ جانا ہے اور اپنے آپ کو صدر بنانا ہے۔ ارے بھائی! رفیق تارڑ نے آپ کا کیا قصور کیا تھا، وہ تو اس وقت آپ کے ساتھ تھے لیکن آگرہ جانے کے لئے اس کا سر آپ نے قلم کر کے پھینک دیا۔ آج اور کوئی بات نہیں جناب! آج اور کوئی بات نہیں سوائے اس کے کہ انہوں نے چونکہ واجپائی کے ساتھ بات کرنی ہے اس لئے اس constitutional amendment کو bulldoze کر کے نکلا جائے۔

(آوازیں *shame, shame*)

ڈاکٹر صفدر علی عباسی: آپ bulldoze کر لیں۔ آپ bulldoze کر لیں۔ آپ چھری پھیریں ۔ کیا ہم ایک شخص کو اختیار دے سکتے ہیں یا نہیں کہ وہ آئین کو amend کرے۔ یہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں ؟ اس لڑائی میں جائے بغیر کہ LFO آئین کا حصہ ہے یا نہیں ، میں یہ کہتا ہوں کہ اس amendment کے بعد اس آئین کو آپ کیا بنا رہے ہیں ؟ جناب عالی! میں اپنے بزرگوں کے لیے اور اپنے بھائیوں کے لیے ----

Mr. Chairman: Please keep in mind the time factor.

ڈاکٹر صفدر علی عباسی: بالکل سر ، time factor بالکل میرے نزدیک ہے ۔آپ نے کیا کیا ؟ آپ 41(7)(b) بھی legalize کرنے جا رہے ہیں جس کے تحت ریفرنڈم legal ہو جائے گا ۔ ہم نے سارا وقت یہاں opposition benches پر بیٹھ کر یہ بات کہی کہ ریفرنڈم illegal ہے اور وہ شخص جو خود ریفرنڈم کے ذریعے صدر بنا وہ یہ کہتا ہے کہ ریفرنڈم میری غلطی تھی۔ وہ اپنی غلطی تسلیم کر رہا ہے لیکن ہم شاہ سے زیادہ شاہ کے وفادار ہیں کہ 41(7)(b) کو legalize کرنے جا رہے ہیں۔ کیوں سر ؟ اگر آپ نے ان کو راستہ دینا ہی تھا' اس کو اس بات کا راستہ دینا تھا کہ یہ نیا ڈھکوسلا create کرے۔پھر ہر چیز extra constitutional ہر چیز غیر آئینی، ہر چیز آئین سے بالاتر ، ریفرنڈم ہو تو وہ آئین سے بالاتر' آج جو vote of confidence لینے جا رہے ہو وہ بھی آئین سے بالاتر' تو کیا ہم ایک شخص کے لیے آئین کی ہر شق کی' ہر Article کی دھجیاں بکھرتے ہوئے چلے جائیں گے؟ آج جناب! آپ 112 کو legalize کرنے جا رہے ہیں جس کے تحت گورنر اس وقت تک اسمبلی dissolve نہیں کر سکتا جب تک وہ صدر سے permission نہ لے' تو آپ کس provincial autonomy کی بات کر رہے ہیں؟ جنرل مشرف جب نواز شریف کو dismiss کرکے آئے تھے تو سات point agenda دیا تھا۔ تو سب سے اول بات یہ تھی کہ وہ inter provincial harmony کو برقرار رکھیں گے ۔ آج کہاں inter provincial harmony ہے' کدھر ہے .provincial autonomy جناب! آج اس آئین کے ذریعے آپ نے غیر آئینی شخص کو جو کہ وردی پہن کر بیٹھتا ہے --- شرم کا مقام ہے کہ آپ ذوالفقار علی بھٹو کو مشرف کے ساتھ compare کریں ۔ ذوالفقار علی بھٹو ایک elected leader

تھا' وہ ووٹ کے ذریعے منتخب ہو کر آیا تھا۔ اس وقت کی اسمبلی constituent assembly تھی۔ آج یہ شخص ایک غیر آئینی شخص ہے۔ آج بھی وہ فخر کرتا ہے کہ وہ فوجی وردی میں ہے ---

Mr. Chairman: Please try to conclude

ڈاکٹر صفدر علی عباسی: نہیں سر' آپ میری بات سنیں۔ آج بھی وہ فخر کرتا ہے کہ وہ فوجی وردی پہنے سب کو dictate کرتا پھرے اور ہم سب اس کے پیچھے دم دبائے چل رہے ہیں۔ آج بھی وہ صوبائی اسمبلی کے ممبران کو بلاتا ہے اور وردی پہن کر ان کو دکھاتا ہے کہ میں کتنا powerful ہوں - جناب! ہمارے سامنے تمہاری وردی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تم ایک illegal Chief of Army Staff ہو ' تم ایک illegal President ہو تم ایک دھوکہ کرکے وہاں بیٹھے ہوئے ہو اور میرے یہ دوست-------

Mr. Chairman: Please try to conclude.

ڈاکٹر صفدر علی عباسی: میرے یہ بھائی اس چیز کو legalize کرنے چلے ہیں - ایک غیر آئینی کام کو ایک غیر قانونی اقدام کو' میں کہوں گا کہ یہ ایک immoral attitute ہے - کیا ہم لوگ اتنے گر چکے ہیں ؟ کیا ہم سب سیاستدان اتنے گر چکے ہیں؟ کیا ہم political لوگوں میں جو ذرا سی رمق ہوتی ہے وہ باقی نہیں بچی ؟ کیا ہر چیز کے لیے GHQ کو دیکھیں ؟ جناب! میں واپس آ رہا ہوں' ذوالفقار علی بھٹو نے ۱۹۷۲ء میں اندر ایک Constituent Assembly سے یہ آئین پاس کرایا تھا---

Mr. Chairman: Please conclude.

ڈاکٹر صفدر علی عباسی: وہ ایک elected leader تھے جنہوں نے ۷۲ء میں اس assembly سے vote لیا - وہ کوئی dictator نہیں تھے۔ وہ کوئی non elected آدمی نہیں تھے۔ آپ آگے آئیں' ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کا یہ سسٹم میرے بھائیوں نے چھ سال کے لیے legalize کروایا ہے - پولیس راج کو چھ سال کے لیے legalize کروایا ہے - کہاں جائیں؟ اوپر سے نیچے۔ ہم کہاں کھڑے ہیں کہ ایک Chief of Army Staff بزور ڈنڈا آ کر قبضہ کرتا ہے ' ہمیں اپنے پیچھے لگاتا ہے اور ہر چیز اس کے ہاتھ میں ہے تو فیصل آباد کا گھنٹہ گھر اور کیا ہوتا

ہے؟

Mr. Chairman: Dr. Sahib please conclude now.

ڈاکٹر صفدر علی عباسی: آپ سنیں ناں، بس ختم کر رہا ہوں۔ہر چیز اسی کی طرف لوٹتی ہے۔ صدر وہ، نیشنل اسمبلی کو dissolve کرنے کا اختیار اس کو، صوبائی اسمبلیوں کو dissolve کرنے کا اختیار اس کے پاس، ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کا سارا نظام اس کی طرف تو بیچ میں آپ نے کیا چھوڑا ہے۔ اب اس ملک کے اندر ضلعے بھی، ہر ضلع ایوان صدر سے rule ہوتا ہے اور اب بیچارا وزیراعظم بنایا ہے، مجھے تو افسوس ہوتا ہے، میر ظفر اللہ جمالی صاحب میرے بھائی ہیں، انہوں نے آج اپنی ساری سیاست کو ختم کرکے رکھ دیا ہے۔ انہوں نے آج تک جتنی سیاست کی تھی آج ختم ہوگئی۔ ہاں، وزیر اعظم ضرور بن گئے، مجھے خوشی ہے۔

Mr. Chairman: Please conclude now, your time is over. Thank you.

ڈاکٹر صفدر علی عباسی: میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے تحمل سے سنا ہے لیکن اب آخری بات کہوں گا۔

جناب چیئرمین: Please تقریر ختم کریں۔

ڈاکٹر صفدر علی عباسی: جناب والا! میں ختم کر رہا ہوں۔ میں ایک بنیادی بات کرتا ہوں۔ آج میں آپ کو warn کر رہا ہوں، میری آپ کو یہ آخری warning ہے، میرے جو دوست یہ سمجھتے ہیں کہ جنرل مشرف ان کو کوئی way out دے گا، کوئی ڈکٹیٹر، کوئی آمر، کبھی way out نہیں دیتا۔ ایک دفعہ آپ نے اس کے tenure کو legalize کر دیا، اس کی ہر بات پر جب آپ نے ٹھپہ لگا دیا تو وہ آپ کو کوئی latitude نہیں دے گا کہ آپ آگے جا کر اس سے بات کر سکیں---

جناب چیئرمین: آپ بات ختم کریں، آپ کا time ختم ہوگیا۔

ڈاکٹر صفدر علی عباسی: میں ختم کر رہا ہوں۔

جناب چیئرمین: آپ بڑی دیر سے ختم کر رہے ہیں، کتنا وقت اور لیں گے۔

ڈاکٹر صفدر علی عباسی: آدھا منٹ اور لوں گا۔ جناب والا! آج میں آپ کو warn کر رہا ہوں کہ اس نے آپ کو کوئی latitude نہیں دینا۔ آج کے بعد جب آپ نے اس کے rule پر، اس کے actions پر ٹھپہ لگا دیا تو اس کے بعد وہ آزاد ہے اور مجھے شدید doubt ہے کہ وہ 31st December, 2004 کو اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ میں اپنے اس doubt کو پریس کے سامنے اور اس ایوان کے سامنے express کرتا ہوں۔ یہ وعدہ ضیاء الحق نے بھی کیا تھا۔ مجھے جاوید ہاشمی صاحب نے بتایا تھا کہ اس نے بھی وعدہ کیا تھا کہ جس دن میں مارشل لاء اٹھاؤں گا، میں اپنی وردی اتار دوں گا لیکن اس نے وردی نہیں اتاری۔ آج کے بعد ہم پارلیمانی لوگ اپنے ہاتھ کٹوا رہے ہیں اور یہ ساری ذمہ داری ان لوگوں پر ہوگی جو اس غیر آئینی چیز کو legalize کرنے جا رہے ہیں۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

پروفیسر غفور احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! ہم دو دن سے ترمیمی بل پر غور کر رہے ہیں۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ پارلیمنٹ کے جتنے ارکان نے اس پر اپنا اظہار خیال کیا ہے انہوں نے اپنے حقیقی جذبات بیان کئے ہیں، ملک و ملت کے بہترین مفاد میں کئے ہیں اور سب اس بات پر متفق ہیں کہ 1973 کے دستور کو اسی طرح بحال کیا جائے جس طرح کہ وہ 12th October, 1999 کو تھا۔

جناب والا! میں اس موقع پر جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ 1972 کی اسمبلی میں، اس کے ایوان میں پیپلز پارٹی کو 146 ارکان میں سے 110 کی حمایت حاصل تھی یعنی دو تہائی سے زائد، اگر بھٹو صاحب چاہتے تو اپوزیشن کی حمایت کے بغیر وہ ایک آئین منظور کرا سکتے تھے لیکن انہوں نے اس بات کو مناسب سمجھا کہ مفاہمت کے ذریعے ایک آئین قبول کیا جائے گا۔ ہمارے اور ان کے درمیان طویل محاذ آرائی ہوئی، walk out ہوئے، ہنگامے ہوئے اور مذاکرات کے بعد مفاہمت کے نتیجے میں 1973 کا دستور اسمبلی نے منظور کر لیا۔ میں یہاں یہ بات عرض کروں گا کہ 1973 کا آئین نقائص سے پاک نہیں تھا، وہ مطلوب دستور نہیں ہے، وہ مثالی دستور نہیں تھا۔ اس میں صوبوں کو آئینی خودمختاری کی ضمانت نہیں دی گئی ہے۔ اس میں مشترکہ فہرست شامل ہے لیکن ہمارے اصرار کے باوجود کہ اس بات کا

تعین کیا جائے کہ یہ فہرست صوبوں کو کب منتقل ہو گی ۔ آئین میں اسے شامل نہیں کیا گیا اور یہ کہا گیا کہ یہ ہمارا gentleman promise ہے کہ دس سال کے بعد یہ فہرست صوبوں کو منتقل ہو جائے گی۔

اس میں بنیادی حقوق کی ضمانت دی گئی ہے لیکن ساتھ ہی ایسی گنجائش بھی رکھی گئی کہ حکومت وقت بنیادی حقوق کو سلب کر سکتی ہے ۔ اس میں عدلیہ ' انتظامیہ سے علیحدہ نہیں تھی لیکن بہرحال ایک مفاہمت تھی اور کچھ باتیں ہم نے ان کی مان لیں اور کچھ باتیں حکومت نے ہماری مان لیں اور یہ دستور اتفاق رائے سے منظور ہوا تھا۔

جناب چیئرمین! میں آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ خان عبدالولی خان جو اس وقت لیڈر آف دی اپوزیشن تھے اور ایک بڑی اپوزیشن جماعت نیشنل عوامی پارٹی کے سربراہ تھے' اس آئین پر انہیں شدید اعتراضات تھے۔ وہ ہرگز اس بات پر آمادہ نہیں ہو رہے تھے کہ وہ آئین کے حق میں ووٹ دیں گے لیکن چونکہ وہ ایک سیاسی شخصیت تھے' انہوں نے جب یہ دیکھا کہ اپوزیشن کی اکثریت اس کی حامی ہے تو انہوں نے بھی اس کے حق میں ووٹ دے دیا اور اس کے اوپر دستخط بھی ثبت کر دیئے لیکن اس کے باوجود بعض دوسرے ہمارے ایسے ارکان تھے جنہوں نے اس کے حق میں ووٹ نہیں دیئے ۔ لیکن بہرحال 73ء کا دستور ایک ایسا دستور بن گیا جو آج بھی پوری قوم کے لئے قابل عمل ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ دس اپریل ۱۹۷۳ء کا دن ہماری قومی زندگی میں ایک یادگار دن تھا جب اس وقت کی قانون ساز اور دستور ساز اسمبلی نے آئین منظور کیا۔

اس وقت ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے ایوان میں ایک تاریخی تقریر کی اور ان کا یہ جملہ ایک بہترین جملہ تھا' انہوں نے کہا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم کلہاڑی کو زیرزمین دفن کردیں اور ایک نئے دور کا آغاز کریں۔ ہماری خواہش یہ تھی کہ ایسا ہی ہو گا اور ملک سیدھے راستے پر چل پڑے گا۔

اپریل 1973ء میں دستور منظور کیا گیا تھا لیکن اسے پانچ مہینے تک معطل رکھا گیا۔ ہمیں اس بات کا خدشہ تھا کہ حکومت وقت شاید اس میں مزید تاخیر کرے گی ۔ چنانچہ دستور میں یہ آرٹیکل لکھا گیا تھا کہ اگر حکومت وقت اسے نافذالعمل نہیں کرتی ہے تو 14 اگست 1973ء کو یہ خودبخود نافذالعمل ہو جائے گا ۔ چنانچہ ہمارا ۷۳ء کا دستور 14 اگست 1973ء کو نافذ ہو سکا۔ لیکن میجناب چیئرمین! بڑے ادب کے ساتھ یہ عرض کرتا ہوں، کسی کے جذبات کو مجروح نہیں کرنا

چاہتا، کسی پر الزام تراشی بھی نہیں کرنا چاہتا لیکن مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ وہ spirit اور وہ جذبہ مفاہمت کا جو اپریل 1973ء میں انہوں نے دکھایا تھا، وہ باقی نہیں رہ سکا۔ 1975ء میں ہم ایک دن قومی اسمبلی میں آئے۔ ہماری میز پر آئین میں ترمیم کا ایک مسودہ رکھا تھا۔ وہ ہم نے اسی وقت دیکھا۔ حکومت کا اصرار تھا کہ یہ آئینی ترمیم آج ہی منظور کی جائے گی۔ ہم نے کہا کہ ابھی تک ہم اس ترمیم کو پڑھ بھی نہیں سکے ہیں، آپ ہمیں ایک دن کا موقع دیجئے۔ ہم ساری ترمیم کو پڑھ لیں، اپنے خیالات کا اظہار کرلیں، آپ کے پاس اکثریت ہے، آپ اسے منظور کرا سکتے ہیں۔ ہماری یہ بات نہیں مانی گئی۔ مجھے وہ دن خوب اچھی طرح یاد ہے، کہ جب قومی اسمبلی میں اپوزیشن نے ہنگامہ کیا اور ہم نے کہا کہ ہم اس آئینی ترمیم کو اس طریقے سے منظور نہیں کرنے دیں گے۔

جناب چیئرمین! سپیکر نے قومی اسمبلی کا اجلاس تھوڑی دیر کے لئے ملتوی کردیا۔ اجلاس ملتوی ہونے کے بعد جب سپیکر اپنے چیمبر میں چلے گئے، ہم لوگ اسمبلی میں بیٹھے رہے، ہم نے کہا ہم یہاں سے نہیں اٹھیں گے لیکن تھوڑی دیر کے بعد ہم نے دیکھا کہ کچھ اہلکار قومی اسمبلی کے اندر داخل ہوگئے اور انہوں نے پوری اپوزیشن کو bodily وہاں سے اٹھا کر قومی اسمبلی کے باہر پھینک دیا۔ مولانا مفتی محمود رحمتہ اللہ علیہ بھاری جسم کے آدمی تھے۔ چار آدمیوں نے انہیں پیر اور ہاتھ پکڑ کر، ان کا چہرہ نیچے تھا، ڈنڈا ڈولی کرکے انہیں قومی اسمبلی کے باہر لیجایا گیا۔ قومی اسمبلی کا باہر کا گیٹ مقفل کردیا گیا اور آئین میں اسی وقت تبدیلی کردی گئی۔ میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ -----

(مداخلت)

پروفیسر غفور احمد: نہیں، shame کی بات نہیں ہے۔ میں آپ کو حقائق بیان کرنا چاہتا ہوں-----

جناب چیئرمین: مہربانی کرکے اب conclude کرنے کی کوشش کریں۔

پروفیسر غفور احمد: میرا خیال ہے کہ میں بیٹھ جاؤں۔

جناب چیئرمین: نہیں، پانچ منٹ ہیں۔

پروفیسر غفور احمد: نہیں پانچ منٹ نہیں، میں پندرہ لوں گا۔ میں اپنی بات تو مکمل کرلوں۔

جناب والا! میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم میں اتنا حوصلہ ہونا چاہیے کہ ہم اپنی غلطیوں کا اعتراف کرسکیں۔ دو جولائی ۱۹۷۷ء کو کیسے انتخابات ہوئے، میں اس بات میں نہیں جانا چاہتا۔ دو جولائی ۱۹۷۷ء کو پورا دن اور پوری رات ہمارے مذاکرات جناب ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ ہوئے۔ چھ آدمی اس میں موجود تھے، چار آدمی اللہ کے پاس جا چکے ہیں، دو آدمی موجود ہیں۔ ایک عبدالحفیظ پیرزادہ جو لاءمنسٹر تھے اور ایک میں ہوں جو اس ٹیم میں تھا۔ ہمارے سارے معاملات طے ہوگئے تھے۔ جو معاہدہ تھا وہ طے پاگیا۔ میں نے خود بار بار بھٹو صاحب کی خوشامد کی کہ خدا کے لئے آپ اس معاہدے پر دستخط کر دیجئے۔ اگر آج آپ نے معاہدے پر دستخط نہیں کئے تو اس بات کا خدشہ ہے کہ ملک میں مارشل لاء لگ جائے گا۔ وہ طویل ترین مارشل لاء لگا۔ پوری قوم کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ 99-1988 تک چار مرتبہ حکومتیں آئیں جو منتخب حکومتیں تھیں، لیکن ظاہر بات ہے، کوئی منصف آدمی اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ ان حکومتوں نے غلطیاں کی تھیں اور ان غلطیوں کا نتیجہ یہ تھا کہ 12 اکتوبر 1999 کو چوتھی بار فوج پھر اقتدار میں آگئی۔ محترمہ بےنظیر بھٹو صاحبہ ایک تجربہ کار سیاستدان ہیں انہوں نے باہر سے یہ بیان دیا کہ میں جنرل مشرف کے ساتھ تعاون کرنے کے لئے آمادہ ہوں کیوں کہ وہ جانتی تھیں کہ ملک کے حالات کیسے ہیں۔

جناب والا! پروفیسر خورشید صاحب نے بڑی تفصیل کے ساتھ آپ کے سامنے بیان کیا ہے کہ ہم نے تمام چیزیں حاصل نہیں کی ہیں۔ ہم نے اسی مفاہمت کے جذبے کا اظہار کیا ہے جس جذبے کا اظہار ہم نے اپریل 1973 میں کیا تھا دستور کو بنانے کے لئے اور آج ہم نے مفاہمت اگر کی ہے تو وہ دستور کو بچانے کے لئے کی ہے۔ جن حالات سے ہم گزر رہے ہیں وہ حالات ظاہر ہے کہ ہمیں اس بات پر بھی مجبور کرتے تھے۔

"58(2)(b)", کوئی آدمی اس کی حمایت نہیں کرتا لیکن میں آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ جب بےنظیر بھٹو صاحبہ دوسری مرتبہ اقتدار میں تھیں، میاں صاحب کی طرف سے بار بار اس وقت کے صدر فاروق لغاری سے یہ مطالبہ کیا جا رہا تھا کہ آپ 58(2)(b) کے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے بینظیر بھٹو صاحبہ کی حکومت کو بر طرف کر دیں، قومی اسمبلی کو تحلیل کر دیں اور یہی ہوا

کہ لغاری صاحب نے اسمبلی تحلیل کر دی اور بےنظیر بھٹو صاحبہ کی حکومت کو برطرف کر دیا گیا اور اسی 58(2)(b) کے طفیل نواز شریف دوسری مرتبہ برسراقتدار آئے اور اس کے بعد انہوں نے غلط اقدام کئے اور یہ ظاہر بات ہے کہ جب چوتھی مرتبہ حکومت برسراقتدار آئی تو کوئی شخص اس چیز سے انکارنہیں کر سکتا کہ اس میں ان حکمرانوں کی غلطیوں کا بھی دخل ہے جو اس سے پہلے رہ چکے ہیں۔

میں آپ سے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ چوہدری اعتزاز احسن نے اور ہمارے دوسرے دوستوں نے جو باتیں کی ہیں مجھے ان سے سو فیصد اتفاق ہے۔ میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ صدر اور چیف آف آرمی سٹاف کا عہدہ ایک ہاتھ میں نہیں ہونا چاہیے۔ میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ پارلیمنٹ کو با اختیار ہونا چاہیے۔ میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ کسی فرد واحد کو اس کا اختیار نہیں ہے کہ وہ آئین میں ترمیم کر سکے لیکن جیسا کہ پروفیسر خورشید صاحب نے کہا ہے کہ ہم نے سب کچھ حاصل نہیں کیا ہے لیکن بہت کچھ حاصل کر لیا ہے۔ میں اپنے ان بھائیوں سے کہوں گا، بڑے ادب کے ساتھ کہ اگر آپ کو ان تمام چیزوں پر ہم سے اتفاق نہیں ہے تو بجائے اس کے کہ ہمارے اوپر آپ تنقید کریں، اگر آپ کے پاس کوئی ایسی حکمت عملی ہے، کوئی ایسا لائحہ عمل ہے، کوئی ایسا نسخہ ہے کہ آپ مشرف سے فوری طور پر وردی اتروا سکتے ہیں، ان سے وہ عہدے چھین سکتے ہیں تو اس پر عمل کریں، اس سے تو کچھ حاصل نہیں ہو گا، جو کچھ حاصل کیا گیا ہے اس پر آپ تنقید کرتے رہیں۔

جناب چیئرمین! یہ حسین فوٹو جو قائداعظم کا آپ کے سامنے ہے، ہماری خواہش یہ ہے کہ مملکت خداداد پاکستان بھی قائداعظم کے خوابوں کی طرح ایک حسین مملکت بن سکے۔ پاکستان ایک اسلامی، فلاحی، جمہوری مملکت بن سکے اور یہ تب ہی ہو گا جب ہم ساتھ مل کر چلیں گے۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ ہمارے Opposition کے ان بھائیوں نے ایک سال سے زیادہ تعاون کیا ہے اور ان کے تعاون کے نتیجے میں یہ چیزیں ہم نے حاصل کی ہیں، آئندہ بھی ہمارا انشاء اللہ یہ تعاون جاری رہے گا۔ ہم Opposition میں رہیں گے اور یہ ایک پیش رفت ہے، یہ ایک خوشخبری ہے جو ہم نے حاصل کی ہے، انشاء اللہ اس کے لئے دوسرے راستے کھلیں گے۔ میں ایک مرتبہ پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی۔

ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب چیئرمین! ہمارے ساتھی اس موضوع پر اپنی رائے دے رہے ہیں میرے جو اپنے Opposition کے ساتھی ہیں میں ان سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ جب تنقید کرتے ہیں تو تنقید سننے کی برداشت بھی پیدا کریں۔

جناب چیئرمین: لیکن آپ to the point رہیں اور کوئی personal بات نہیں ہونی چاہیے۔

ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب! MMA نے جو معاہدہ کیا ہے، قومی اسمبلی کے سپیکر نے ruling دی کہ LFO آئین کا حصہ ہے اور تو آج یہ ہماری کامیابی ہے کہ وہی سپیکر اسی ہاؤس میں اس LFO کے لئے admit کر رہا ہے کہ وہ ارکان کی اکثریت سے آئین کا حصہ بن سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری کامیابی ہے کہ فرد واحد کو آئین میں ترمیم کا حق نہیں ہے۔ کل بھی ہم کہہ رہے تھے اور آج ہم نے کر کے دکھایا۔ یہی پارلیمنٹ جو آج صدر مشرف صاحب کو یہ حکم دیتی ہے کہ دسمبر 2004ء میں وردی اتارو، یہی ہماری جدوجہد کا ثمر ہے، نتیجہ ہے، جو ہم نے ایک سال میں مذاکرات کے ذریعے final کیا اور آج بھی مشرف صاحب کی خارجہ پالیسی سے ہمیں کوئی اتفاق نہیں ہے، اس پر ہمارے تحفظات ہیں۔

میں اپنے دوستوں سے یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اگر LFO پر اعتراض تھا تو جب بلدیاتی انتخابات کا اعلان ہوا تو ہماری جماعت نے بلوچستان میں فیصلہ کیا تھا کہ ہم مشرف صاحب کے کسی order کو implement نہ کریں، ہم حصہ نہیں لیں گے اور ہم نے تمام دوستوں سے request کی کہ اگر آپ اس کے order پر شروع سے ہی عمل کرنا شروع کردیں گے تو وہ مضبوط ہوگا اور پھر وہ کوئی order ہم پر مسلط کریں گے تو ہمارے دوستوں نے ہماری رائے کو reject کیا۔ بلدیاتی انتخابات میں حصہ لیا اور جمعیت علماء اسلام نے باقاعدہ پورے ملک میں اس کا بائیکاٹ کیا۔ جب general elections کا اعلان ہوا تو ہم نے یہ بھی try کیا کہ ہم سب مل کر اس LFO کے تحت general elections میں حصہ نہ لیں لیکن ہمیں پتا چلا کہ ہمیں، MMA کو out کرنے کے لئے تمام نے فیصلہ کیا تھا کہ ہم حصہ لیں گے تاکہ علماء کرام اس ہاؤس سے out ہو جائیں

کیونکہ یہ ہمارے راستے میں ایک رکاوٹ ہیں۔

جب آپ نے general elections میں حصہ لیا تو آپ نے LFO کو تسلیم کیا اور ایک سال سے ہماری متحدہ اپوزیشن کے یہی issues تھے، یہی demands تھیں۔ ہمارا کوئی نیا issue یا نئی demand نہیں تھی۔ Compromise ہم نے حکومت سے نہیں کیا ہے۔ آج بھی ہم کہتے ہیں کہ ہمیں بہت offer کی گئی ہے اس طرف سے۔ نائب وزیراعظم کی بھی ہمیں پیشکش کی گئی تھی، وزارتوں کی بھی پیشکش کی گئی تھی لیکن ہم نے ٹھوکر ماری اور ہم نے کہا کہ ہم اپوزیشن میں رہیں گے۔

جناب چیئرمین: آپ Constitution کی اس amendment پر بات کریں۔

ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: میں اس لئے کہتا ہوں کہ LFO میں جو اچھی شقیں اور اچھی باتیں ہیں وہ ہم مانتے ہیں۔ سینیٹ پہلے 87 ارکان کا فورم تھا، اب 100 کا کیا گیا، یہ تو اچھی بات ہے۔ عورتوں کی نشستیں بڑھائی گئیں، یہ اچھی بات ہے، اقلیتوں کے حقوق بڑھائے گئے، اس پر بھی ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ یقیناً ہم نے جو منوایا وہ تو ہماری کوشش تھی اور جیسا کہ ہمارے محترم نے کہا اگر آپ کچھ منوا سکتے ہیں تو ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ 11 سال تک جنرل ضیاء الحق وردی میں رہا، ہمارے سیاستدانوں نے کیا کرامات دکھائیں؟ آج میں کہتا ہوں کہ وہی LFO، وہی اعتماد کی بات کی جا رہی ہے۔ جناب! یہ تو ممبران پر منحصر ہے۔ ضیاء الحق نے جو اپنی اسمبلی بنائی وہ 11 سال تک صدر بھی رہے اور Chief of Staff بھی رہے لیکن ہم نے اس ہاؤس کو یہ اختیار دیا کہ اگر آج بھی اعتماد کا ووٹ ممبر نہ دیں تو وہ صدر نہیں بنے گا۔ یہ ممبران پر منحصر ہے۔

ہم نے اس پارلیمنٹ کی بالادستی بحال کی۔ ایک بات ممبران پر منحصر ہے کہ وہ اگر ووٹ دیں گے تو ہم کیا کریں، عوام ان کو لے کر آئے ہیں۔ وہ یہاں سے اعتماد کا ووٹ لے گا، وہ خود تو automatically نہیں بن رہا ہے۔ ہم نے ہاؤس میں لاکر کہا کہ ممبران یہ فیصلہ کریں۔ آج بھی شام تک وقت ہے۔ آپ convincing کریں اس طرف، اس طرف۔ اگر آپ نے یہ کیا تو اعتماد کا ووٹ کل نہیں پرسوں ہوگا۔ اگر اعتماد کا ووٹ سادہ اکثریت سے اس نے

حاصل نہیں کیا تو وہ صدر نہیں رہے گا۔ یہ تو ممبروں کا استحقاق ہے، پارلیمنٹ کا استحقاق ہے۔ آپ عجیب بات کرتے ہیں اور ہم روتے ہیں۔ میں اور میرے بلوچستان کے ساتھی روتے ہیں، یقیناً جنرلوں نے ہمارے ساتھ زیادتی کی۔ بلوچستان کی پسماندگی،صوبائی خود مختاری پر غبن کیا لیکن میں کس کس کا رونا روؤں۔ جب ایک منتخب وزیراعظم کے دور میں، میں نام نہیں لینا چاہتا، اس وقت ہمارے قوم پرستوں کے سربراہ گورنر بلوچستان تھے، اس وقت پچیس ہزار بلوچوں کا قتل کیا گیا۔ کیا اس تاریخ کو کوئی یاد نہیں کرتا؟ دوسری دفعہ ایک منتخب وزیراعظم نے ہمارے ایک وزیراعلیٰ کو برطرف کیا۔ ہمیں کس نے معاف کیا ہے؟

جناب چیئرمین: بلیدی صاحب! وقت کا خیال رکھیں جی۔

ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: لہذا پھر بھی میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم اس حکومت نے وزیراعظم تو بلوچستان سے لیا ہے۔[xxx]

(اس موقع پر معزز ایوان میں قہقہوں کی آوازیں آئیں)

Mr. Chairman: Please avoid personal references.

ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ بھی on the record ہے کہ انہوں نے ---

Mr. Chairman: That must be expunged.

ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ انہوں نے بلوچستان سے وزیراعظم لیا ہے۔ اگر کل بھی اس طرف سے کوئی غلط بات کی گئی یا کوئی bill لایا گیا تو ہم اس کی مخالفت کریں گے۔ ہم نے ہر چیز پر ہاں نہیں کی ہے۔ ہم جمہوری لوگ ہیں۔ ہم نے کوئی سودے بازی نہیں کی ہے۔ ہم نے وسیع تر ملکی مفاد، عوامی مفاد میں اس crises کو، اس بحران کو ختم کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ تو حاصل کر لیا۔ یہ بھی ناممکن تھا۔ اگر ہم یہ نہ کرتے تو شاید دوسری طرف سے اس سے بھی کم قیمت پر compromise کر لیا جاتا لیکن ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ ہم سودے بازی نہیں کریں گے۔ ہمیں دھمکیاں بھی دی گئیں۔ ہمارے ساتھ مختلف

+ [xxx] Words expunged by the order of the Chairman.

حربے استعمال کئے گئے لیکن ہم ڈٹے رہے۔ آج یہ فخر کی بات ہے کہ ہم نے اس bill کو اس LFO کو ایوان کے سامنے پیش کرایا۔یہ تو پارلیمنٹ کی بالادستی ہے۔ یہاں تو نواز شریف نے ایک گھنٹے میں ترمیمی بل پاس کروالیا۔ کیا وہ بلڈوز نہیں ہوا تھا۔

Mr. Chairman: Please try to conclude.

ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: بھٹو صاحب نے بھی چار گھنٹوں کے دوران bill پاس کروایا۔ کیا وہ bulldoze نہیں کیا گیا تھا؟ یہاں تو جب سے پاکستان بنا ہے' یہ بلڈوز کرتے رہے ہیں' یہاں کوئی قانون نہیں ہے۔ جناب! اگر آج بھی آپ لوگ یہ فیصلہ کریں' لیکن ہم سیاستدانوں میں وہ جان نہیں کہ ہم ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ لہذا الزام تراشی سے بہتر یہ ہے کہ وہ اعتراف کریں کہ ہم نے پارلیمنٹ کی بالادستی کے لئے جو جنگ لڑی ہے' اس میں ہم کامیاب رہے ہیں اور پچھلے دور میں جو ordinances انہوں نے نافذ کیے تھے' ان کے لئے بھی ایک کمیٹی بنانے کے لئے آپ سے درخواست ہے۔ وسیم سجاد صاحب election سے پہلے' ووٹ سے پہلے اس ہاؤس میں وضاحت کریں جیسا کہ قومی اسمبلی میں کیا گیا ہے کہ ان کے لئے کمیٹیبنائی جائے گی۔ 1973 کے آئین کے خلاف جو ordinances ہیں ان کے لئے ترمیم ہاؤس میں لائی جائے گی۔ ہم نے باقاعدہ بات کی ہے اور انشاء اللہ تعالی ہماری جدوجہد جاری رہے گی۔ آخر میں یہ بھی بتاتا چلوں جناب چیئرمین! کہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ کچھ وقت کے بعد اصل اپوزیشن میں ہم رہیں گے اور وہ دوست جو آج بات کر رہے ہیں شاید کچھ وقت کے بعدوہ حکومت کے حمایت یافتہوں اور وہ ہمیں اکیلا چھوڑ دیں گے۔

جناب چیئرمین: حاجی رحمت اللہ خان کاکڑ۔

حاجی رحمت اللہ خان کاکڑ: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ تقریریں تو اس حوالے سے بہت ہو چکی ہیں۔ کل میرے دوست امان اللہ کنرانی صاحب نے کہا کہ زندہ قومیں تاریخ سے سبق سیکھا کرتی ہیں۔ دو مختصر گزارشات یہ ہیں کہ کوئی بھی بندہ جو سیاست کی اے بی سی سے واقف ہو وہ unconstitutional amendment کو کسی بھی صورت میں نہ accept کرتا ہے نہ یہ اس کی خوشی ہوتی ہے۔

ہم آج بھی کہتے ہیں کہ ایل ایف او نہ آئین کا حصہ تھا، نہ آئین کا حصہ ہے۔ لیکن تاریخ کو دیکھا جائے تو کچھ ایسے تلخ فیصلے بھی کرنے پڑتے ہیں۔ جب متحدہ پاکستان کو دو لخت کیا گیا اور جس بندے پر چارج لگایا گیا تھا کہ پاکستان کے توڑنے میں اس کا ہاتھ ہے، انتخابات تو ہو چکے تھے لیکن نشتر پارک کو ایک ایسا فورم تصور کیا گیا جس میں یہ اعلان کیا گیا کہ پاکستان کو دو لخت کرنے والے شیخ مجیب کو چھوڑا جائے یا رکھا جائے، ایک آواز لگی کہ چھوڑا جائے۔ بس نشتر پارک سے یہ فیصلہ صادر ہوا اور دوسرے لمحے بندہ ڈھاکہ ائرپورٹ پر دیکھا گیا۔ جس آئین کی ہم بات کرتے ہیں، آئین بے شک ایک مقدس اور federating units کے درمیان ایک دستاویز ہے جس سے تمام صوبے ایک دوسرے سے مربوط ہیں لیکن اس 73 کے آئین میں مشرقی پاکستان کا تو کسی نے ذکر بھی نہیں کیا کہ ہماری کچھ شناسائی بھی تھی یا ہماری اس میں majority تھی۔ ہمارے مسلمان بھائی اس میں تھے۔ ان کے ساتھ کس نے کیا کیا۔ پھر جو لوگ یا جو احباب یہ فرما رہے ہیں کہ indemnity ایم ایم اے والے دے رہے ہیں۔71 اور 73 کے درمیان، جس دن سے یہ 73 کا آئین implement ہونا تھا اور in between کا جو gap تھا اس میں جتنے صحیح فرامین جاری ہوئے تھے ان کو بھی تو ہم سب نے indemnity دی تھی۔ اس میں ہم سب شامل تھے۔ سب مہربان شامل تھے۔ اگر میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں تو شاید نواب اکبر خان بگٹی نے اس پر دستخط نہیں کئے تھے۔

73 کا Constitution جب full swing میں تھا تو کراچی میں اردو اور سندھی زبان کے نام پر خون کے دریا بہہ رہے تھے۔ اس وقت اس آئین نے ہمیں کیا protection دی۔ جب73 کا Constitution full swing میں تھا تو بلوچستان میں جمعیت اور NAP کی مخلوط حکومت تھی۔ سردار عطاااللہ خان مینگل ہمارے چیف منسٹر تھے۔ اس پر ایسا شب خون مارا گیا کہ پھر کسی کورٹ سے relief بھی نہ ملا۔ 73 کے آئین میں حیدر آباد ٹربیونل قائم ہوا۔ کسی بھی سول کورٹ یا ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ میں ہمیں جانے سے روکا گیا۔ ہم نہیں کہتے کہ اس وقت جنرل ضیاء نے ہم پر احسان کیا لیکن اتنا ضرور ہوا کہ یہ اعلان اس کو کرنا پڑا کہ شاید ان مقدمات میں صداقت نہیں ہے۔ ہمارے دوست اور ہمارے اس وقت کے اکابرین، جن میں خان عبدالولی خان تھے، سردار عطاااللہ خان مینگل تھے، میر غوث بخش بزنجو مرحوم تھے۔ ہماری پی ایس ایف اور بی

ایس او کے ساتھی تھے جن کو سکھر جیل میں گرم تووں پر کھڑا کر کے ان سے یہ اگلواتے تھے کہ کہو ہم آئین اور قانون کی بات نہیں کریں گے۔ پھر 73 کے آئین کے دوران ہی کوئٹہ شہر میں day light میں ہمارے youngsters پر فائرنگ ہوتی رہی ہے۔ لاشیں گرتی رہی ہیں۔ ہمارے کوئٹہ کے ڈگری کالج پر فائرنگ ہوئی ہے۔ ظریف شہید ہوئے، مولانا شمس الدین (مرحوم)، جو ہمارے بلوچستان اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر تھے، ان کو شہید کیا گیا۔ کچھ پتہ نہ چلا کہ کیا ہوا۔ صادق کانسی (شہید) کو شہید کیا گیا کچھ پتا نہ چلا اور وہ آئین ہمیں کیا دے سکا۔ 1973ء کے Constitution میں National Assembly میں ہمارے اکابرین اس وقت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ، مولانا جان محمد عباسی صاحب، میاں طفیل محمد صاحب موجود تھے، ان کے ساتھ کیا ہوا۔ ان کو داڑھیوں سے پکڑ پکڑ کے اور گھسیٹ گھسیٹ کے اس پارلیمنٹ ہاؤس سے باہر نکالا گیا۔ تاریخ کو یہ باتیں ابھی بھی یاد ہیں۔ اس ہاؤس میں ہماری بہنیں بیٹھی ہیں ورنہ ہمارے اکابرین کی جو تصویر کشی ہوئی تھی یاد ہے سب کو۔

سپریم کورٹ کے ججز کی مدت ملازمت میں توسیع آئین میں 65 سال تھی، LFO میں 68 ہوئی۔ اب اس کو ہم 65 پر لائے۔ تو یہ ہم نے بازی ہاری ہے یا جیتی ہے؟ ہائی کورٹ کے ججز کی عمر Constitution میں 62 سال ہے۔ اب Constitution میں اور LFO میں 65 تھی اور اس کو ہم اصلی عمر پر واپس لے آئے ہیں۔

یہ درست ہے کہ صوبوں میں جو صوبائی گورنر ہیں ان کو اپنے اختیار بروئے کار لاتے ہوئے صوبائی اسمبلیوں کو وزیر اعلیٰ کی advise سے برطرف کرنا چاہئے لیکن کیا اس معزز ہال میں بیٹھے ہوئے ہمارے Honourable Members یہ نہیں سمجھتے کہ آج تک تمام صوبوں کو اسلام آباد سے remote control سے چلایا جا رہا ہے۔ کبھی ایسا ہوا کہ اسلام آباد کو خبر نہ ہو یا اسلام آباد کی آشیرباد حاصل نہ ہو اور کسی صوبے کی صوبائی اسمبلی کو برطرف کیا گیا ہو۔ یہ نزلہ تو بلوچستان اور سرحد پر ہمیشہ گرتا ہے اور یہ ہمارا مقدر رہے گا۔

بعض قوانین کے تسلسل کی اور بعض قوانین کی dis-continuation کے بارے میں مہربان فرما رہے ہیں ۔ ہمیں اتفاق ہے کہ Parliament ایک proper forum ہے، ان کو یہاں لایا جائے لیکن کبھی تلخ گھونٹ بھی پینے پڑتے ہیں۔ یہ ہمارے لئے خوشی کا مقام نہیں ہے۔ ہم

سمجھ رہے ہیں لیکن حالات کی ستم ظریفی یا مجبوری ہے۔ حلال و حرام کا درس دینے والے خود اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ وہ ہم سے زیادہ حلال و حرام سمجھتے ہیں یا ان پر ہماری فوقیت ہے۔ بہت شکریہ جی۔

میاں رضا ربانی: جناب ! میں آپ کی attention اس طرف دلانا چاہوں گا کہ حکومت کل سے یہ بات کہہ رہی ہے اور rule بھی suspend ہوئے کہ جی یہ بہت ہی اہم bill ہے اور بے شک یہ آئین میں ترمیم کا bill ہے ' بہت اہم bill ہے لیکن اگر مہربانی فرماکر جو official galleries ہیں' ان پر اگر آپ نظر ڈال کے دیکھیں تو میرا خیال ہے سوائے ایک Law Ministry کے D.S. کے اور کوئی بھی عملہ موجود نہیں ہے۔ Secretary (Law) کو یہاں موجود ہونا چاہئے تھا - یہ Constitutional Amendment Bill ہے - اتنے اہم constitutional issues اس میں involved ہیں لیکن گیلری کے اندر شاید ایک D.S بیٹھے ہوئے ہوں۔ وہ بھی میں شاید کہہ رہاہوں I am not sure لیکن اس کے علاوہ ہاؤس کے اندر کوئی بھی ممبر Law ministry کا یہاں موجود نہیں ہے۔ مہربانی فرما کر آپ اس بات کا نوٹس لیں۔

-Mr . Chairman: I think we had enough speeches . All the parliamentary leaders have spoken . We should now conclude first reading . We had agreed on certain time frame keeping a limited number of speakers . Speeches should be restricted to five minutes , to the point rather than transgress.

Mian Raza Rabbani: Let them talk. OK.

جناب چیئرمین: نہیں مقررین کی تعداد بڑھ گئی ہے۔ تھوڑا ٹائم دے دیتے ہیں۔

Mr. Anwar Baig. Please be brief and to the point.

جناب محمد انور بیگ: جناب کتنا brief کروں؟

جناب چیئرمین: پانچ منٹ۔

جناب محمد انور بیگ: نہیں جناب! جو کل تک ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ان کو

تو آپ نے بیس بیس منٹ دیئے ہیں، آج چونکہ وہ وہاں چلے گئے ہیں تو ان کو زیادہ وقت دیا جا رہا ہے۔خدا کا واسطہ ہے جناب۔

جناب چیئرمین: مہربانی کر کے بولیں۔ یہ پانچ منٹ بھی بہت ہیں، to the point بولیں۔

جناب محمد انور بیگ: جناب! اوپر وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب چیئرمین: کون؟

جناب محمد انور بیگ: جناب وہ [xxx] بیٹھے ہیں۔

جناب محمد علی درانی: جناب! یہ جو انہوں نے کہا یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جائیں۔

Mr. Chairman: Expunged, expunged.

بیگ صاحب بات کریں اور اپنی speech کو to the point رکھیں۔

Mr. Muhammad Enver Baig: Sir, I am not a legal eagle like Mr. S. M. Zafar but I will try to be to the point as far as possible. Sir, let me go back to the first military dictator General Ayub Khan and unfortunately یا fortunately آپ کہیں I was the B.D. Member during 1965. انہوں نے وہی کچھ کیا جو آج جنرل مشرف صاحب کر رہے ہیں اور کرپشن کی بنیاد into the political arena was laid down by the first military dictator of this country. I, as a B.D. Member, was offered a bribe of two thousand rupees at that time to vote for the General, against a lady Mohterma Fatima Jinnah who was the sister of the founder of this country. The corruption started in the political arena as far as the military leadership is concerned from that day and it is going on until today, where some honourable

+ [xxx] Expunged by the orders of Mr. Chairman.

members who are my very close firends, unfortunately are victims of such bribery.

اور آج محترمہ فاطمہ جناح کا سال منایا جا رہا ہے

by Mr. Jamali, the honourable Prime Minister. A lady who fought a military dictatorship and today we in the Opposition are fighting a military dictatorship and the Treasury Benches are celebrating a year of Mohterma Fatima Jinnah. So much so

کہ جمالی صاحب نے کہیں کہا ہے کہ

I was the bodyguard of Mohterma but unfortunately....

Mr. Chairman: Stay relevant.

Mr. Muhammad Enver Baig: Sir, kindly don't disturb. Mr. Sharif-ud-din Pirzada is on record to state that Mohterma Fatima Jinnah was murdered.

اور آج تک اُس کی کوئی further clarification نہیں آئی ۔ I would only like to warn General Musharraf کہ ایسے باڈی گارڈز اگر اس زمانے میں تھے تو God save him today as well.

Mr. Chairman: Please stay relevant, avoid personal attacks.

Mr. Muhammad Enver Baig: No sir, it is very relevant. Coming back to Pakistan Muslim League, a Muslim League of which Quaid-i-Azam Muhammad Ali Jinnah was the head. We had all respect for Pakistan Muslim League at the time of partition. But unfortunately Mr. Chairman,

ان کی وفات کے بعد یہ پاکستان مسلم لیگ has been a party of, I do not know how

many A to Zee groups. Just to mention a few. Muslim League (Qasim), Muslim League (Pagaro), Muslim League (Convention) of Ayub Khan time, Muslim League (Wasti), Muslim League (Junejo), Muslim League (Zia), جناب ان کو یہ کہہ دیں کہ مسلم لیگ مشرف کر لیں تو زیادہ بہتر ہے، قائد اعظم صاحب کا نام نہ بدنام کریں۔

Mr. Chairman: Baig sahib, please stay relevant to the point.
وقت کم ہے، آپ مہربانی کر کے to the point بات کریں۔

جناب محمد انور بیگ : 1950 میں مسلم لیگ over night turned into a Republican Party sir, یہی لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ sir, ماشاء اللہ بڑے سمجھدار لوگ ہیں، پڑھے لکھے ہیں، graduate ہیں۔ Sir, ان سے کہیں کہ خدا خوفی کریں۔ What are they trying to do with this country? They are trying to ruin the Constitution of this country. What had they given it in the last four years? انہوں نے لوگوں کو بھوک دی، petrol کی prices بڑھ گئی ہیں، آٹے کی بڑھ گئی ہیں، کس چیز کے نہیں بڑھے۔ And they are endorsing a military general for years and years to come and my friends in the MMA, I pity them, I honestly pity them sir.

Mr. Chairman: Please, stay relevant to the issue.

Mr. Muhammad Enver Baig: Sir, I am not taking any individual's name.
کل تک قاضی صاحب کہتے تھے، this is on record to state that General Musharraf is a security risk and he should go اور آج unfortunately, my friends in theMMA have given a full endorsement of a military dictator to be the President of this country for years and years to come and as one of my colleagues mentioned earlier, let me be on record as well, sir, یہ uniform کبھی نہیں اترے

never as long as the gentleman is leaving. No.2. General ' کبھی نہیں اترے گا

Musharraf when he came to power in October of 1999, he promised this

we میں اچھے لوگ لاؤں گا' شریف لوگ لاؤں گا country to get good governance.

all said O.K. the gentleman probably is doing a good job but sir,

there are convicted people who are having cases in آج unfortunately,

NAB, even the Chairman of NAB has mentioned, in particular the name of

the Interior Minister that his cases are there. Sir, is this good governance?

جناب چیئرمین: بیگ صاحب! بل پر بات کریں you start digression.

Mr. Muhammad Enver Baig: No, sir, what I am trying to tell you is this "lotaism", sir, this "lotaism". Sir, please, I want to be on record.

Mr. Chairman: How would this link to the issue.

Mr. Muhammad Enver Baig: Sir, These gentlemen are "lotas", who have gone over there, we are just trying to save their own skin.

(interruption)

Mr. Chairman: Please avoid personal references,

آپ to the point بات کریں ' you have to be to the point, you should not give

any personal reference.

Mr. Muhammad Enver Baig: Let me speak sir.

Mr. Chairman: No, I am aslo very categorical.

آپ relevant point پر بات کریں ' digression نہ کریں اور personal references کو

رہنے دیں۔

Mr. Muhammad Enver Baig: Sir, I will like to ask my friends

on the treasury benches, they have given full authority to one man to do whatever he wants with this country. I want to know from them that the Superior Court

کے judges آج تک they are still on PCO, why have they not taken oath under the Constitution of Pakistan.....

(اس موقع پر ایوان میں اذان ظہر کی آواز سنائی دی)

Mr. Muhammad Enver Baig: Mr. Chairman, I was talking about the PCO and the Judges oath, I would like to.......

Mr. Chairman: Please try to conclude in three minutes.

Mr. Muhammad Enver Baig: Yes sir, I will sir. Don't worry sir, I would like to know from the honourable Minister for Law and Parliamentary Affairs as to when the Judges of the Superior Courts are going to take oath under the Constitution of Pakistan or are they trying to move another amendment by changing the name of Constitution of Pakistan to the Constitution of General Pervez Musharraf. In that case PCO

کے اوپر اگر oath لے کر چلتے رہے then it is perfectly alright, but if theConstitution of Pakistan is to be respected then I think before the SAARC Conference begins ان کو چاہیے کہ Judges کو کم سے کم Constitution of Pakistan پر oath ہی دلوا دیں۔

Sir, whenever the history is written about this country, unfortunately these years from 1999 until the day the General is in the position of the Presidency, it will be written as darkest days in the history of this

country. And unfortunately all the people on the Treasury Benches. they will be marked people in this country that they are today going to endorse the authority of all actions in one person.

جناب! یہ سب ماشاء اللہ گریجویٹ ہیں and they all know what are they going to do but ان کی بہت مجبوریاں ہیں۔ غریبوں کی بہت مجبوریاں ہیں I was asking my friend Mushahid Hussain Sahib whom I have inmense liking کل ہی میں ان سے پوچھ رہا تھا کہ مشاہد صاحب! کل اگر نوازشریف صاحب تشریف لے آئیں تو Q League کا کیا بنے گا۔ کہتے ہیں ایک اور Q لگ جائے گی۔

Mr. Chairman: Baig Sahib, conclude now please because we have time constraint.

Mr. Muhammad Enver Baig: Any how, finally, I would like to request Prof. Ghafoor Sahib

یا سینیٹر سمیع الحق کو کہ فاتحہ پڑھ لیں کیونکہ یہ Constitution تو دفن ہو گیا ہے۔ انہوں نے جو final ceremony کی ہے تو اس کے لئے ذرا دعا کرلیں۔ یہ میرے لئے بڑی خوشی کی بات ہو گی۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین : Thank you very much جی رضا صاحب! بیٹھیں۔ جی حاجی لیاقت علی بنگزئی صاحب! آپ بات کریں۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین : رضا صاحب! مہربانی کر کے بیٹھیں۔ رضا صاحب! مہربانی کرکے تشریف رکھیں۔ جی حاجی صاحب آپ بولیں۔

جناب حاجی لیاقت علی بنگزئی: نحمده ونصلی علی رسوله الکریم۔ اما بعد اعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم - بسم الله الرحمٰن الرحیم۔

نہ تم ٹوٹے ہوئے دل جوڑ سکتے ہو محبت سے
نہ تم شاہی کا جادو توڑ سکتے ہو سیاست سے
نہ تم طوفان کا رخ موڑ سکتے ہو فراست سے
نہ جانے کس لئے آخر امیر کارواں تم ہو

جناب چیئرمین! میں آپ کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ آپ نے حسب وعدہ ہمیں وقت عنایت کیا۔ آج کا یہ دن تاریخ کے ان لمحات میں شمار ہوتا ہے جب قوموں پر بہت ہی کم ایسے دن آتے ہیں۔ جناب چیئرمین! ہمارے colleague جو کل تک ہمارے ساتھ متحدہ اپوزیشن میں تھے، آج وہ ہمیں طعنے دے رہے ہیں کہ

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

میں اپنے فاضل رکن سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جناب والا! آج آپ جس یونم کے جھنڈے تلے اکٹھے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ۱۰ اکتوبر کا وہ دن ہمیں بھول نہیں پاتا جب آپ نے عالم چوک پر شہیدوں کی ایک line لگا دی۔ دوسری طرف سے ہمیں طعنہ دیا جا رہا ہے۔ ریچھ اور گیڈر کے ہمیں لطائف سنائے جاتے ہیں کہ گیڈر ہوشیاری اور مکاری سے کھا کر روغنیات ریچھ کے منہ پر لگاتا تھا۔ تو آج میں اس فاضل رکن محترم کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ آئین کی شق 270-A(a) میں صوبوں کے اختیارات کے حوالے سے ان کے جو خدشات ہیں ان کے بارے میں تو ہم نے روز اول ہی ان کو تنبیہ بھی کی تھی بلکہ ان کو بتا بھی دیا تھا کہ جو Schedule 6th میں بلدیاتی انتخابات ہو رہے ہیں، جو نیا نظام نافذ کیا جا رہا ہے جسے امریکہ کی ایماء پر افریقہ سے import کرکے یہاں لایا گیا ہے، اس کے خدوخال قوموں کو، بھائیوں کو اور ضلعوں کو آپس میں لڑانے کے سوا کچھ بھی نہیں ہیں لیکن یہی لوگ بڑھ چڑھ کر ان انتخابات میں حصہ لیتے رہے۔ کیا اس وقت ان کو صوبوں کے اختیارات میں کمی کے خدشات نظر نہیں آئے؟ جناب چیئرمین! میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آج بھی اگر وہ گنتی کرلیں تو ہمارے پورے ملک میں انہی کے ناظم اعلیٰ بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہی کے ناظمین بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو کیا ہوا کھا رہے ہیں خود اور روغنیات ہمارے منہ پر لگانا چاہتے ہیں۔ ان میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں ہے۔ وہ صوبوں کے خدشات کی self service کرنا چاہتے

ہیں۔ عملی طور پر وہ نہیں آنا چاہتے۔ میں ان کو یہ چیلنج دیتا ہوں کہ اگر وہ اپنے cause کے ساتھ مخلص ہیں تو آج ہی اپنے ناظم اعلیٰ سے استعفیٰ کیوں نہیں لیتے۔ میں حکومتی اراکین سے بھی کہنا چاہتا ہوں کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے ان کے ساتھ معاہدہ کیا ہے۔ وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم yes men ہیں۔ ہم ہرگز ان کے yes men کا کردار ادا نہیں کریں گے۔ ایک حوالے سے ہم نے ان کے ساتھ معاہدہ کیا ہے۔ معاہدے آپس میں قوموں کے درمیان بھی ہوتے ہیں۔ دوستوں کے درمیان بھی ہوتے ہیں، دشمنوں کے درمیان بھی ہوتے ہیں۔ شملہ معاہدہ بھی ہوا تھا، تاشقند معاہدہ بھی ہوا تھا۔

اگر آج ہم نے ایک معاہدہ کیا تو قوم کو ایک آئینی اور سیاسی بحران سے نکالنے کے لئے ہم نے ایک bridge کا کام کیا ہے۔ ہم نے ایک پل کا کام کیا ہے۔ آج ہمارے فاضل اراکین ہمیں قسم قسم کے طعنے دے رہے ہیں۔ میں ان کی خدمت میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اس corner تک نہ لے جائیں کہ یہاں سے ہمیں کوئی corner کرلیں اور نہ وہاں سے ہمیں کوئی corner کرلیں۔ ہم نے ملک اور قوم کے عظیم تر مفاد میں یہ معاہدہ کیا ہے۔ ہمارا روز اول سے یہی مطالبہ تھا کہ جو بھی آئین میں، دستور میں، قانون میں ترمیم ہوگی وہ اسی floor پر ہوگی۔ ہم نے LFO کو نامنظور کیا تھا اور آج بھی ہم LFO کو نہیں مانتے لیکن ہم نے حالات، واقعات اور زمینی حقائق کو دیکھتے ہوئے قوم کو آنے والے عظیم سانحہ یا صدمہ سے بچانے کی کوشش کی۔ میں اپنے فاضل اراکین کی تقاریر بغور سن رہا ہوں۔ ہمارے جو فاضل اراکین ہیں ان کے remarks میں یہاں دہرانا نہیں چاہتا۔ اس ایوان کی اپنی ایک تقدیس ہوتی ہے۔ یہ ایک مقدس ایوان ہے۔ یہاں باتیں کی جاتی ہیں، یہاں پر دلائل کی بنیاد پر باتیں ہوتی ہیں۔ یہاں پر لطائف اور ظرافت اور کسی پر پھبتی کسنا یہ ہمیں زیب نہیں دیتا۔ یہ ایوان کسی اور چیز کا تقاضا کرتا ہے اور ہمیں ان تقاضوں کو سمجھنا چاہیے۔ آج ملک کے علاقائی حالات کو دیکھتے ہوئے ہمیں ان پر نظر رکھنی چاہیے۔ جذباتی تقاریر کرنے یا اپنے colleagues کو طنز کا نشانہ بنانے سے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ آئیے! ایک آدمی آپ ہمارا لے لیں اور ایک آپ دیں اور کام کریں۔ ہم نے قوم اور ملک کے عظیم تر مفاد میں یہ کردار ادا کیا ہے۔

جناب چیئرمین: آپ کا وقت ختم ہو رہا ہے۔

حاجی لیاقت علی بنگزئی: جناب چیئرمین ! میں نے نوٹ کیا ہے کہ جو ممبران english میں بات کرتے ہیں آپ ان کو تیس منٹ دیتے ہیں اور جو اردو میں بات کرتے ہیں، آپ ان کو دس منٹ دیتے ہیں۔

(قہقہے)

جناب چیئرمین: وہ پارلیمانی لیڈر ہوں گے ۔

حاجی لیاقت علی بنگزئی: میں بھی english میں بات کروں گا تو آپ خاموش رہیں گے۔ آپ ہمیں بولنے دیں۔ جناب چیئرمین! اس سلسلے میں، میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہمارا پہلے دن سے ہی، پہلے روز سے یہی مطالبہ تھا کہ آئین میں اگر کوئی ترمیم ہوگی یا آئین میں کوئی بھی تنفیض ہوگی تو اسی پارلیمنٹ کے حوالے سے اس ایوان کو اعتماد میں لے کر کی جائے گی۔ کسی فرد واحد کو ہم نے یہ حق نہیں دیا تھا اور آج بھی ہم یہ حق کسی کو نہیں دیں گے۔ آئین، آئین ہوتا ہے ۔ اس میں ترمیم کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے ۔ ہم نے وہ دن بھی دیکھے جب یہاں 1973 کا آئین پاس ہوا اور ایک گھنٹہ کے بعد اس میں پہلی ترمیم آ گئی ۔

جناب چیئرمین ! آپ کے ریکارڈ میں یہ موجود ہے ۔ آئین میں ترامیم کرنا کوئی انہونی بات نہیں ہوتی ہے۔ یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے یا یہ کوئی extra ordinary مرحلہ نہیں ہے کہ جسے ہم طے نہ کر سکیں۔ باہمی افہام وتفہیم ایک اچھی بات ہے ۔ہمیں اس ملک کو چلانا ہے ۔ ہم نے اس قوم کو چلانا ہے ۔ ہمیں ملکی مفادات کو سامنے رکھنا ہوتا ہے ۔ ہمیں خارجہ پالیسیوں کو تشکیل دینا ہوتا ہے ۔ہمیں داخلہ پالیسیوں کو تشکیل دینا ہوتا ہے۔ ہمیں اقتصادی پالیسیوں کو تشکیل دینا ہوتا ہے۔ ایک سال سے مسلسل عوام جس ذہنی کرب اور اذیت میں مبتلا تھے آخر کسی نہ کسی نے انہیں باہر نکالنے کے لئے پہلا پتھر پھینکنا ہی تھا۔ میں اپنے قائدین، مولانا فضل الرحمان صاحب، قاضی حسین احمد صاحب اور MMA کے دیگر حضرات ، بشمول ہماری متحدہ اپوزیشن کے، جنہوں نے اس جدوجہد میں ہمارا کافی ساتھ دیا اور کام کیا، میں ان سب کو سلام کہتا ہوں۔ یہ آج بھی ہم سے یہی توقع رکھیں کہ ہم حق کے ساتھ ہیں۔ ہم کل بھی آپ کے ساتھ

تھے۔ آج بھی آپ کے ساتھ ہیں اور رہیں گے اور آنے والے کل کو بھی انشاء اللہ آپ کے ساتھ رہیں گے لیکن آپ ایک دفعہ اس نظام کو چلنے دیں۔ آپ اس کو derail کیوں کرنا چاہتے ہیں۔ آپ اسے رہنے دیں۔ جب یہ system آ جائے گا' جب ایک نیا structure ہوگا تو ہم اسی کے تحت اس کو follow کرتے ہوئے آگے جائیں گے۔ یہ محض آج کا ہی دن نہیں ہے۔ خدا کرے کہ ہماری جمہوریت پنپتی رہے اور یہ سلسلے آتے رہیں گے۔ آپ کے دلوں کے ارمان ' ہمارے دلوں کے ارمان' treasury benches پر بیٹھے ہوئے ارکان کے ارمان سب قوم کے لئے ہونے چاہئیں۔ ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھنا چاہیے۔ شخصیات آتی جاتی ہیں۔ آج ہم نے پرویز مشرف صاحب کو ایک سال کے لئے ایک معاہدہ کے تحت اس امر پر مجبور کیا ہے کہ وہ اپنی وردی اتار دیں گے۔ جہاں ہم نے اتنا انتظار کیا' وہاں ہمیں ایک سال اور بھی انتظار کرنا چاہیے۔ اس دوران ہم ان کی commitment کو دیکھیں گے کہ وہ اپنی بات کی کس حد تک لاج رکھتے ہیں۔

12 مارچ سے 30 دسمبر تک ہم نے 9 ماہ انتظار کیا ۔ ایک سال ہمیں اور بھی انتظار کرنا ہے ۔ ہمیں اس بندے کی باتوں کو دیکھنا چاہیے کہ وہ اپنے وعدے کی پاسداری کس حد تک کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین ! آپ اپنی گھڑی کو دیکھ رہے ہیں۔ میں اپنی تقریر مختصر کرتا ہوں۔ صرف ایک اورمسئلہ پر بات کرنا چاہتا ہوں جو انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ میں اس پر آپ کی توجہ دلانا چاہتاہوں کہ سینیٹ اور قومی اسمبلی کے ملازمین دونوں ایک ہی چھت کے نیچے کام کرتے ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ قومی اسمبلی نے اپنے ملازمین کو پانچ مرتبہ honoraria دے دیا ہے لیکن ہمارے سینیٹ میں یہ روایت شاید ابھی تک جڑ نہیں پکڑ سکی ہے۔ اس لئے میں اس forum پر آپ سے یہ گزارش کروں گا ---

جناب چیئرمین: بالکل اس کو دیکھیں گے ۔ آپ اپنے point پر رہیں ۔انشاء اللہ اس کو دیکھا جائے گا'آپ فکر نہ کریں ۔

حاجی لیاقت علی بنگزئی : انہیں بھی اعزازئے دے کر ان کی بھی حوصلہ افزائی کی جائے۔

جناب چیئرمین : انشاء اللہ ہو گی۔ آپ اس کی فکر نہ کریں۔

حاجی لیاقت علی بنگزئی: ان کے بھی بچے ہیں، ان کو بھی ضرور consider کریں۔

جناب چیئرمین: انشاء اللہ۔

حاجی لیاقت علی بنگزئی: بڑی مہربانی۔

جناب چیئرمین: سید سجاد حسین بخاری۔

ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب والا ! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔

جناب چیئرمین، نہیں، نماز بعد میں بھی پڑھ سکتے ہیں ۔ اکٹھے جماعت ہو سکتی ہے ۔ کافی وقت ہے ۔ میرا خیال ہے بس ختم کرتے ہیں ۔ دو speakers اور ہیں اس کے بعد wind up کریں۔

ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی، کل بھی اذان کو بند کیا گیا ----

سید سجاد حسین بخاری، بلیدی صاحب! صرف دو منٹ دیں۔ آپ نے اتنا بولا ہے تو آپ سن بھی لیں۔ بس دو منٹ۔ just two mintues

جناب چیئرمین، چلیں پھر آپ adjourn کرکے ۱۵ منٹ بعد آ کر مل لیں۔ نماز کا وقت تو تین بجے تک ہے۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین، جماعت آپ خود کرا سکتے ہیں ۔ اپنی جماعت خود ہو سکتی ہے ۔ جماعت خود بھی ہو سکتی ہے، اس کو ختم کریں ۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین، اس کو wind up کرکے نماز ۱-۳۰ بجے اکٹھی آپ کے ساتھ پڑھینگے، آپ امامت کیجئے گا۔ ایمرجنسی نہیں ہے ۔ ایک ہی دفعہ اس کو adjourn کریں ۔ اس کی بات کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی، کل بھی آپ نے مائیک بند کیا ہوا تھا ۔

سید سجاد حسین بخاری: جہاں اتنی مہربانی کی ہے۔ ایک بات ان کی مان لیں۔

جناب چیئرمین: دیکھیں اس میں آپ ہی کا فائدہ ہے۔ ایک دفعہ کر کے---

(مداخلت)

جناب چیئرمین: وقت ابھی ہے۔ آپ خود بھی امامت کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: آپ وقفہ کریں۔

جناب چیئرمین: بعد میں بھی جماعت ہو سکتی ہے۔ کوئی ایک بجے پابندی نہیں ہے۔ بلیدی صاحب! ایک بجے کوئی پابندی تو نہیں ہے۔ دو ڈھائی بجے بھی جماعت ہو سکتی ہے۔ جو پڑھنا چاہیں، وہ پڑھ سکتے ہیں۔ آپ آجائیں میں آپ کے ساتھ ہی پڑھ لوں گا۔

سید سجاد حسین بخاری: آپ دو بجے کرا دیں۔

جناب چیئرمین: اس کے بعد final کریں۔ اب ختم کریں، ایک اور speaker ہے۔ اس کے بعد wind up کریں گے۔ ابراہیم صاحب کے بعد اور speaker ہم نہیں لے سکتے۔

سید سجاد حسین بخاری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے یہ موقع دیا۔ اگرچہ وقت مختصر ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ بات مختصر کروں۔ آج میرا دل خون کے آنسو رو رہا ہے کہ might is right کا فلسفہ جو ۵۶۰ سال قبل از مسیح میں روڈ نے اپنی قوم کے اوپر لاگو کیا تھا آج پاکستان میں اس معزز ایوان کے ذریعے سے مستقل طور پر لاگو کیا جا رہا ہے اور افسوس کی بات یہ ہے کہ تمام اختیارات اس شخص کو دیئے جا رہے ہیں جس نے ان تمام ساتھیوں کو uncivilized کہا، آج یہ اس کو تمام اختیارات دے کر ثابت کر رہے ہیں کہ اس نے ان کے متعلق شاید صحیح کہا تھا، مجھے ایک اور بات کا بڑا سخت افسوس ہے کہ ماضی میں بدقسمتی سے مذہبی قیادت کے اوپر یہ الزام رہا کہ انہوں نے ایک فوجی dictator کو دوام بخشا تھا، جنرل ضیاء الحق کو، اور یہ تاریخ کا المیہ ہے اور انتہائی بدقسمتی کی بات ہے کہ آج کا یہ الزام بھی اسی مذہبی قیادت کے اوپر چلا گیا کہ وہ ایک دوسرے فوجی dictator کو دوام بخش رہے ہیں۔ جہاں تک آئین میں ترامیم کی بات ہے، جو ان کا claim ہے کہ انہوں نے بہت

کچھ حاصل کر لیا ، کیا انہوں نے حاصل کر لیا ؟ جب انہوں نے جنرل پرویز مشرف کے تمام اقدامات کو بیک وقت اور بیک زبان validation دے دی تو یہ کس بات کے claim بنا رہے ہیں ۔ یہ کہتے ہیں کہ Article 263 میں ہم amendment لائے ہیں اور ہم نے اس میں صدر کے لیے consultation رکھی ہے کہ وہ Army Chief or Armed Services کی نامزدگی کے لیے consultation کریں گے لیکن یہ ایک المیہ ہے ، میں پھر یہ کہوں گا کہ Article 260 میں اس consultation کو binding نہیں رکھا گیا ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ practically صدر وہی اختیارات استعمال کرے گا جو LFO کے تحت وہ کرتا رہا ہے ۔جناب چیئرمین ! ہماری تاریخ گواہ ہے کہ اسی 58(2)(b) کے تحت آٹھ اسمبلیوں کا قتل ہوا اور وہ خونی شق آج پھر ہم نے اس شخص کو دے دی ۔ میں سمجھتا ہوں اور یہ میرا عقیدہ ہے کہ اس شق کی موجودگی میں اگر یہ اختیار رفیق تارڑ صاحب کے پاس بھی ہوتا تو وہ بھی لازمی use کرتے کیونکہ یہ ایک instigation ہے ان اداروں کو پامال کرنے کے لیے ، اور آج یہ اختیار پھر ہم ایک شخص کو دے رہے ہیں اور میں آپ کو یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہ شخص بھی یہ اختیار لازمی use کرے گا۔ آج کرے ، کل کرے ، پرسوں کرے اور یہ میرے دوست اس بات کے گواہ ہوں گے ۔جناب! دوسری بات میں مختصر یہ عرض کروں گا کہ انہوں نے کہا کہ ہم ایک بار آئین میں اعتماد کے ووٹ کے لیے کہیں گے۔

جناب والا' میں آپ سے عرض کروں گا کہ یہ ایک بار کا لفظ پھر بار بار آ جاتا ہے ۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جنرل ضیاء الحق نے غیر جماعتی الیکشن کرائے اور پوری قوم کے ساتھ وعدہ کیا کہ مجھے اجازت دے دیں یہ صرف ایک بار ہوگا ، پھر جب انہوں نے جونیجو صاحب کی حکومت توڑی تو پھر کہا کہ الیکشن غیرجماعتی ہوں گے ۔ اس پر " نوائے وقت " کے ایڈیٹر مجید نظامی صاحب نے کہا کہ یہ تو پوری قوم کے ساتھ آپ کا وعدہ تھا کہ یہ صرف ایک بار ہوگا ۔ انہوں نے کہا کہ اب بار بار ہوگا اور میری زندگی میں ہوگا۔ یہ جو اعتماد کا ووٹ ہے ، جب راستہ کھل گیا تو صدر کبھی elect ہونا پسند نہیں کرے گا ، اعتماد کے ذریعے ، ڈنڈے کے ذریعے آئے گا اور اعتماد کا ووٹ لے کر مستقل براجمان ہو جائے گا۔

ایک انتہائی اہم بات میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ military, MMA alliance

می بھگت ہے۔ اس popular leadership کو اس تمام process سے باہر رکھنے کی یہ ایک سازش ہے کہ محترمہ بےنظیر بھٹو صاحبہ اور میاں نواز شریف اس ملک میں تیسری بار وزرائے اعظم نہ بن سکیں۔ یہ ایک سازش ہے۔ یہ ملٹری کو بھی suit کرتی تھی اور ایم ایم اے کو بھی کہ انہوں نے ایک popularقیادت کا راستہ روکا ہے ۔ میں ان سے عرض کروں گا کہ ان جعلی ہتھکنڈوں سے، اس قسم کے اقدامات سے popular leaders کو اپنے عوام سے دور نہیں رکھ سکتے۔ میں ان ساتھیوں کی خدمت میں صرف ایک ہی بات عرض کروں گا، ہماری خواہش تھی ہم ان کا ساتھ دیں، پارلیمنٹ کو بالادستی دلوائیں مگر بدقسمتی سے ایک شعر عرض کرکے اجازت لوں گا۔

میرا دکھ یہ ہے میں اپنے ساتھیوں جیسا نہیں
میں بہادر ہوں مگر ہارے ہوئے لشکر میں ہوں

جناب چیئرمین۔ پروفیسر محمد ابراہیم خان۔

پروفیسر محمد ابراہیم خان۔ جناب چیئرمین صاحب! میں نے گزشتہ تمام ترامیم کا ریکارڈ حاصل کیا تھا اور میری خواہش تھی کہ ان پر بولوں لیکن آپ کی طرف سے جو قدغن ہے، آپ کے دیئے گئے وقت کے اندر میں کوشش کروں گا کہ اپنی بات سمیٹ لوں۔

جناب چیئرمین۔ مہربانی۔

پروفیسر محمد ابراہیم خان ۔ہماری آئینی تاریخ بہت درخشاں اور تابناک نہیں ہے ۔ اس وقت 1956 اور 1962 کے دساتیر کا حوالہ دیا گیا ہے لیکن ایک دستور جس کا حوالہ نہیں دیا گیا میں اس کا حوالہ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ ہے

India Act 1935 which was adopted mutatis mutandis as the first Constitution of the Islamic Republic of Pakistan.

اور ہمارا وہ آئین غالباً 1954 تک چلتا رہا۔ 1954 میں ایک آئین بنا اور اس دستور ساز اسمبلی ہی کو چلتا کر دیا گیا اور 1956 میں دوسرا دستور بنا اور اس دستور کے تحت 1958 میں انتخابات ہونے والے تھے لیکن وہ انتخابات نہیں ہو سکے۔ اس کے بعد 1962 کا دستور بنا جو ایک military

I, Field Marshal نے بنایا اور اس کے Preamble میں لکھ دیا گیا کہ dictator
Muhammad Ayub Khan, the President of Pakistan, hereby enact this
Constitution of Pakistan. دنیا کے دساتیر میں شاید وہ واحد دستور ہے جس میں یہ بات لکھی گئی ہے۔ اس کے بعد 1973 کا آئین بنا اور 1973 کے آئین کے بارے میں، میں عرض کروں گا کہ یہ بہت ہی مظلوم دستاویز ہے ۔ اس کے ساتھ اس کے بنانے والوں ہی نے ظلم شروع کر دیا تھا۔ میرا دعوی یہ ہے کہ 1973 کا دستور اپنی اصلی صورت میں ایک دن کے لئے بھی نافذ نہیں رہ سکا۔ 14th August کو یہ دستور نافذ ہوا اور 15th August, 1973 کو emergency declare کرکے بنیادی حقوق سے پاکستان کے شہریوں کو محروم کردیا گیا اور اس سارے دور میں ایمرجنسی رہی ۔ ہم کو اپنے بنیادی حقوق حاصل نہیں ہو سکے ۔ یہ تو ہمارا دستوری سفر ہے ۔ 73، کا وہ دستور ابھی تک الحمدللہ چل رہا ہے ۔ اس کو ختم یا منسوخ نہیں کیا گیا ۔ اس کو abrogate نہیں کیا گیا, but that was kept in abeyance by two military dictators and rulers of this country.

جناب چیئرمین! اس وقت ایک معاہدہ ہو چکا ہے۔ ایم ایم اے کے علاوہ دیگر دوستوں کو ہم سے شکایتیں ہیں۔ وہ جو اصولی باتیں کہہ رہے ہیں وہ تمام باتیں سوفیصد درست ہیں۔ ہمیں ان سے مکمل اتفاق ہے اور ہماری مشترکہ جدوجہد تھی۔ اس وقت شاید کچھ دوست یہ کوشش کر رہے ہیں کہ اگر ان کا بس چلے تو ہمیں یہاں سے نکال باہر کر دیں لیکن ہم ان کے لئے احترام کے جذبات رکھتے ہیں اور ہم انشاء اللہ العزیز ماضی میں جو کچھ ہوا، مستقبل میں بھی ہمارا یہ عزم ہے کہ ہم ان کے ساتھ چلیں گے اور انشاء اللہ العزیز جمہوریت کی گاڑی کو پٹڑی پر ڈالنے کے لئے ہمیں ان کے تعاون کی ضرورت ہے اور ہمارے تعاون کی ان کو ضرورت ہے ۔میں حزب اقتدار سے بھی یہ بات عرض کروں گا کہ وہ بھی نہ ہمیں دیوار سے لگائیں اور نہ اپوزیشن کی دوسری جماعتوں کو اس dialogue میں اگرچہ بات تو ایک اور نہج پر چل رہی ہے لیکن اس کے بعد پھر مواقع آئیں گے۔ ان سب کو مل کر، ایک جگہ بیٹھ کر اس وقت جس بحران سے ہم دوچار ہیں اس بحران سے سب کو نکالنا چاہیے۔

جناب عالی! ہم پر جو اعتراض ہوا ہے، ہم نے اس کا اعتراف کیا کہ بات ان کی سو فیصد

درست ہے لیکن زمینی حقائق کچھ اور ہیں اور یہ زمینی حقائق ہم پہلی مرتبہ تسلیم نہیں کر رہے ۔ Validation صرف 70-A(a) کی رُو سے نہیں مل رہی ' اس وقت اگرچہ یہ بات پہلے آئی ہے ' میں یہ repeat نہیں کر رہا لیکن وزن ڈالنے کے لئے یہ بات عرض کر رہا ہوں کہ 269 میں validation ملی اور وہ جناب ذوالفقار علی بھٹو ' مجھے افسوس ہے یہ ناخوشگوار فریضہ ہے کہ میں ایک شخصیت کا نام زبان پر لا رہا ہوں اور کسی کے جذبات کو اگر ٹھیس پہنچی تو میں اس کے لئے پیشگی معذرت اور معافی چاہتا ہوں ' میں احترام سے اس کا نام لے رہا ہوں'جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب کے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے اقتدار کو validation سب سے پہلے 269 کے ذریعے حاصل ہوئی ہے اور یہ دی گئی ہے ۔ اس کے بعد جنرل ضیاء الحق صاحب کے اقتدار کو 270 کے تحت ملی ہے ۔ اور یہ validation پہلے ہے اور یہ دستور میں درج ہے ۔ اگر یہ validations نہ ملتیں تو شاید ہم opposition کے دوستوں کے ساتھ بالکل یک زبان اور یک آواز ہوتے اور یک قدم ہوتے اور جمہوریت کی بحالی کے لئے ہم کوئی بھی گنجائش اور allowance دینے کے لئے تیار نہ ہوتے ۔ اس کے بعد جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے دور کو 1985 validation میں دی گئی ہے اور میں عرض کروں گا کہ اس میں 58(2)(b) کا بہت چرچا ہو رہا ہے اور اس وقت بھی ذکر ہو رہا ہے لیکن یہ بات تو پاکستان مسلم لیگ (ن) اور پاکستان پیپلز پارٹی کے ذمے ہے اور اس کا جواب ان کے ذمے ہے کہ وہ اس کا جواب دے دیں ۔ ایک musical chair 88 سے شروع ہوا اور 99ء تک چلتا رہا اور ایک دوسرے کو وہ خود negate کرتے رہے ۔ اس میں اگر 58(2)(b) کا نقصان ہے تو ان کا بھی نقصان ہے اور قومی اسمبلی کے floor پر یہ بات کہی گئی کہ ہم اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں ۔ لیکن توبہ کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ ان کو دوبارہ اقتدار بھی دیا جائے ۔ توبہ کرنے کے بعد ان کو یہ ثابت کرنا ہو گا کہ توبہ انہوں نے اخلاص سے کی ہے اور وہ اس پر کاربند ہیں۔

جناب عالی! یہاں پر بات ہوئی ہے judiciary کی اور judiciary پر تنقید ہو رہی ہے۔ میری بھی وہی تنقید ہے اور میں اس کو سو فیصد درست سمجھتا ہوں لیکن ساتویں ترمیم تک جو ترامیم کی گئیں بالخصوص پانچویں اور چھٹی ترمیم' اس میں judiciary کے ساتھ جو کچھ کیا گیا موقع نہیں کہ وہ میں تفصیل سے بیان کروں ۔ جس طرح قدغنیں لگائی گئیں جس طرح شیڈول

اسے میں پہلے 1st شیڈول میں قوانین کو رکھا گیا اور بنیادی حقوق کو معطل کیا گیا' میرے فاضل دوست فرحت اللہ بابر صاحب نے حوالہ دیا اور میں یہ کہتا ہوں کہ first ترمیم کے ذریعے first schedule میں جو قوانین ڈالے گئے وہاں سے یہ ریت پڑی ہے اور مجھے بالکل اتفاق ہے کہ آیئے جدوجہد کریں اور first schedule کو ہی ختم کریں۔ بنیادی حقوق کو بحال کریں اور کوئی بھی قانون in negation of fundamental rights یہاں سے پاس نہیں ہوگا ۔ لیکن ماضی کے تلخ حقائق کو بھی سامنے رکھنا چاہیے ۔ جناب عالی! اس وقت بات ہو رہی ہے کہ جنرل پرویز مشرف نے ججوں کو مراعات دیں اور بالکل وہی صورت ہے کہ من ترا حاجی بگویم تو مرا ملا بگو لیکن میں کہتا ہوں کہ اس سے پہلے بھی یہی کچھ ہوا۔ ان 18 ترامیم کے اندر یہ بھی شامل ہے کہ retiring age attain کرنے پر بھی اگر اس کا tenure پانچ سال کا رہتا ہے تو اسے پانچ سال کا tenure پورا کرنا ہو گا اور مثال موجود ہے جناب! جسٹس یعقوب علی خان صاحب اسی کے تحت چیف جسٹس چلے آرہے تھے اور ضیاء الحق نے ترمیم کر کے اس کو ہٹا دیا اور گھر چلتا کر دیا۔ اس سے پہلے بھی judiciary کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اور اب بھی ہو رہی ہے۔ ہم نے تو اس کو undo کر دیا اور اس پر Opposition کو ساتھ دینا چاہیئے تھا اور Bar کا یہ مطالبہ تو ہم نے تسلیم کروایا۔ Judiciary کے علاوہ ترامیم کی گئیں اور judiciary کو پھر استعمال کیا گیا' اس وقت بھی استعمال کیا گیا' اس کے بعد بھی استعمال ہو رہی ہے۔ میں پھر اس عزم کا اظہار کرتا ہوں کہ اس وقت ہم جمہوریت کی طرف پہلا قدم لے رہے ہیں اور اس کے بعد ہماری یہ جدو جہد مزید جاری رہے گی۔ اس میں اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اس ملک کے آئین کے ساتھ کھیلنا بند کر دیں۔ مجھے بڑے افسوس اور دکھ کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ یہ مظلوم دستاویز ہے' اس کے ساتھ اس وقت بھی کھیلا جا رہا ہے اور اگر Opposition میں مکمل اتفاق ہوتا' this side of the divide is not united in a strong way on LFO, اس وقت بھی بلوچستان کی طرف سے کہا گیا کہ یہ متفقہ آئین نہیں ہے اور اس پر اختلاف موجود ہے اور اس side سے بھی یہاں پر ایسی باتیں ہوئی ہیں' جناب رضا محمد رضا صاحب کے جو سوالات ہیں ان کے جواب میاں رضا ربانی صاحب کے ذمے ہیں۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے وہ کارروائیاں کی تھیں جن کا انہوں نے اظہار کیا ہے۔ اس طرح کے کئی سوالات ہیں۔ جناب! آخری بات عرض کرتا ہوں کہ فیلڈ

مارشل محمد ایوب خان کا نام بطور پہلے dictator کے لیا گیا۔ میں بڑے ادب سے عرض کرتا ہوں کہ اس dictator کا سب سے با اعتماد ساتھی کون تھا؟ جناب مرحوم ذوالفقار علی بھٹو صاحب 1958 کے مارشل لاء میں وزیر بھی بنے تھے اورمسلم لیگ کنونشن جس پر تنقید کی جا رہی ہے اور تنقید بالکل حق بجانب ہے لیکن اس Convention League کے General Secretary کون تھے؟ جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب ہی جنرل سیکرٹری تھے۔ آج ہمیں طعنہ دیا جا رہا ہے کہ ہم dictatorship کا ساتھ دے رہے ہیں۔ میں بڑے ادب سے یہ عرض کرتا ہوں کہ اس سے پہلے بھی ساتھ دیا گیا ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ ہم بجائے اس کے کہ ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالیںاور ماضی کے ان تنازعات کو لے کر اٹھ کھڑے ہوں، ہم ان سب باتوں کو دفن کر دیں اور جمہوریت کا سفر شروع کر دیں، اخلاص کے ساتھ یہ سفر شروع کر دیں اور پاکستان کی خاطر، پاکستان کے عوام کی خاطر ہم ایک دوسرے کا ساتھ دیں۔ یہاں Opposition اور حکومت کا بھی divide نہ ہو بلکہ قومی یکجہتی ہو، ملی ہم آہنگی ہو اور اس ملک اور قوم کو dictatorship سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نجات دلا دیں۔ بہت بہت شکریہ۔

Mr. Chairman: I think now we had enough discussion. Yes Ansari Sahib, you should restrict yourself to five minutes.

جناب عبداللطیف انصاری: جناب چیئرمین صاحب! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے آخر میں یہ مختصر موقع دیا لیکن میں بھی اپنے جذبات کا، اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ اس ملک کے اندر ایک فرد واحد کی حکومت کے وجود کو استحکام دیا جا رہا ہے۔ آئین میں وہ ترمیمیں لائی جا رہی ہیں جس سے 1973 کے آئین کو مسخ کیا جا رہا ہے۔ میں عرض کروں گا کہ بہت ساری باتیں میرے دوستوں نے کیں۔ بہت ساری باتوں کو میں repeat نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ میں مختصراً اتنا عرض کروں گا کہ اس سے جو provincial autonomy کو ضرب لگے گی وہ انتہا ہو گی۔ میرے بلوچستان کے دوستوں نے اپنے علاقے کی بات کی، میں سمجھتا ہوں کہ سندھ کے ساتھ ناانصافی اور زیادتیاں پچھلے پچاس برس سے ہو رہی ہیں، سندھ کو ایک کالونی بنا کر رکھ دیا ہے، سندھ کی زمینیں سکھر بیراج سے لے کر کوٹری بیراج اور گدو بیراج تک لوگوں میں

کوڑیوں کے دام پر مفت تقسیم کی گیئں۔ میں عرض کروں کہ ان زمینوں کے اوپر وہاں کے مقامی لوگوں کا حق تھا لیکن باوجود اس کے کہ سندھ کے لوگ چلاتے رہے، ان کے حقوق نہیں ملے۔ آج جب ہم provincial autonomy کی بات کرتے ہیں تو provincial assembly نے، سندھ اسمبلی نے کالاباغ ڈیم پر اور تھل کینال پر ایک متفقہ resolution pass کی لیکن اس کے باوجود اس کو دوبارہ اٹھایا جا رہا ہے۔ اس کی کمیٹیاں بالکل غیر آئینی طریقے پر بنائی جا رہی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہاں پر جب ہم ایک فرد واحد کی حکومت کی بات کرتے ہیں وہاں پر ہم اپنے provinces کے حقوق کی بات بھی کریں گے تا کہ ہم بتا سکیں کہ ہم یہاں ان کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ہم نے جو oath لیا ہے، جو قسم اٹھائی ہے، ان کے حقوق کی رکھوالی کرنے کے لئے اٹھائی ہے، اس لئے نہیں کہ سندھ کے لوگوں کے ساتھ زیادتیاں ہوتی رہیں اور وہ برداشت کرتے رہیں۔ سندھ کے لوگ آج بھی مفلسی کی حالت میں ہیں۔ سندھ کے لوگوں کے ساتھ زیادتیاں ہو رہی ہیں لیکن اس کے باوجود ہمارے ملک کے اندر وہ قوانین بنائے جا رہے ہیں جن سے وہ کہتے ہیں کہ ہم خوشحالی لا رہے ہیں۔ میں اپنے فاضل دوستوں سے پوچھوں گا کہ کون سی خوشحالی آئی ہے جس سے لوگوں میں ترقی ہوئی ہے۔ لوگ تو یہاں---

جناب چیئرمین: آپ Bill پر بات کریں ناں۔

جناب عبداللطیف انصاری: میں اسی Bill پر بات کرتا ہوں جو ہمارے دوست لائے ہیں۔ جناب والا! ہمارے دوست کون سی خوشحالی لے آئے ہیں؟ وہ کونسے لوگ ہیں جو خودکشیاں کر رہے ہیں؟ کونسی وہ مائیں ہیں جو اپنے بچوں کو اپنے ساتھ لے کر کنوئیں میں کود رہی ہیں؟ یہ خوشحالی ہے؟ یہ فرد واحد کا ترقی پسند نظام ہے اور ہم اس کو آگے بڑھانے کے لئے معاون ہو رہے ہیں۔ میں یہاں پر صرف ایک بات کروں گا قرآن شریف کی۔ سورۃ 29 کی پہلی آیت میں یہ صاف ظاہر ہے کہ حکومت اللہ کی ہے، کسی فرد واحد کی نہیں ہے، بندہ صرف رکھوالی کرتا ہے اس نظام کی اس کے لئے، لیکن اس کے اوپر فرض عائد ہوتا ہے کہ اگر یہاں پر بھوک ہو، ناانصافی ہو----، تو وہ کونسا انصاف ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ دجلہ کے کنارے کتا بھی بھوکا ہو گا تو وہ اس کا بھی ذمہ دار ہوگا۔ یہاں پر جو لوگ مرے جا رہے ہیں

بھوک سے، تنگدستی سے، لوگوں کو انصاف نہیں مل رہا ہے ۔ آپ اخبارات اٹھا کر دیکھیئے کہ ایک پروفیسر اور اس کی بیوی، دونوں بھوک سے تنگ آ کر مکان میں مر گئے لیکن اس کے باوجود ہمارے Treasury Benches کے دوست یہ کہیں کہ ہم یہاں پر خوشحالی لے آئے ہیں، یہاں پر ترقی لے آئے ہیں۔

Mr. Chairman: Please try to conclude.

جناب عبداللطیف انصاری: میں عرض کروں گا کہ یہ آئین جو ایک مقدس آئین ہے جو عام لوگوں کے حقوق کی رکھوالی کرتا ہے، ان کو حقوق دیتا ہے، اگر ان کے حقوق کی اس طرح سے پامالی کی گئی تو میں سمجھتا ہوں کہ اس ملک کے ساتھ بڑی زیادتی ہوگی۔ ہم اس ملک کے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں۔ ۱۹۵۶ء کے آئین میں parity کی بنیاد رکھی گئی تھی، وہ پہلی اینٹ تھی East Pakistan کو الگ کرنے کے لئے۔ وہ اینٹ تھی بنگلہ دیش کی۔ اگر آپ نے اسی طریقے سے قوانین بنائے تو میں نہیں سمجھتا ہوں کہ یہ جو بنیاد ڈالی گئی ہے اس کا آگے چل کر مثبت نتیجہ نکلے گا؟ سندھ کے لوگوں کو ایسا کمزور بھی نہ سمجھیں۔ سندھ کے لوگوں نے ۸۶ء کی MRD کی تحریک میں اپنے آپ کو ثابت کر کے دکھایا ہے کہ ہم کوئی مرے ہوئے لوگ نہیں ہیں۔ ہم اپنے حقوق کے لئے لڑ بھی سکتے ہیں، حاصل بھی کر سکتے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ ایسے حالات پیدا نہ کئے جائیں جس سے یہ بات پیدا ہو۔ میں آپ کا بڑا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے مختصر موقع دیا۔

جناب چیئرمین: مولانا ہدایت اللہ شاہ۔

سید ہدایت اللہ شاہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین صاحب آپ کا بہت بہت شکریہ کہ کافی انتظار کے بعد آپ نے مجھے وقت دیا۔ میں انشاء اللہ مختصر وقت میں چند باتیں آپ کے سامنے اور اس معزز ایوان کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلے میں قائدین متحدہ مجلس عمل کو مبارک باد پیش کرتا ہوں، جنہوں نے ایک سال مسلسل جدوجہد کے بعد آج ان طاقتوں کو مجبور کیا جو یہ کہتے تھے کہ LFO آئین کا حصہ ہے، آج وہ مجبور ہوئے، انہوں نے ایوان میں package پیش کیا اور آج قومی اسمبلی اور سینیٹ کا اختیار انہوں نے بحال کیا ہے۔

اس بارے میں' میں اپنے قائدین کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ ہمارے کچھ ساتھیوں نے ہمارے قائدین پر تنقید بھی کی۔ تنقید کرنا ان کا حق ہے لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے قائدین کو جو کامیابی حاصل ہوئی اب اس کامیابی کو ہمارے دوست ہضم نہیں کر پا رہے۔ ہمارے پاس اس کا علاج نہیں ہے۔

جناب والا! ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے یہی ساتھی جو ہم پر آج تنقید کرتے ہیں' اس حکومت کو سہارا دینے والے بھی انہی کے ساتھی ہیں۔ Patriot کے نام سے کون ہیں؟ ہم یہ سب جانتے ہیں۔ میں ان سے صرف اتنی ہی گزارش کرتا ہوں کہ ہمارا کوئی ذاتی مفاد نہیں تھا۔ ملک کے استحکام کے لئے' ملک کی حفاظت کے لئے' جمہوریت کے سفر کو آگے بڑھانے کے لئے ہم نے یہ کوشش کی ہے۔ انشاء اللہ جمہوریت پروان چڑھتی رہے گی۔ وہ بات جو یہ بھی کہتے تھے اور ہم بھی کہتے رہے' ہمارا حکومت سے یہ مطالبہ تھا اور انہوں نے یہ بات مان لی تھی کہ آپ LFO کو قومی اسمبلی اور سینیٹ میں پیش کریں۔ اس کے جو اچھے نکات ہوں گے اور ملکی مفاد میں ہوں گے تو ہم ان کو لے لیں گے اور جو ملکی مفاد سے ٹکرائیں گے ہم ان کو نہیں لیں گے۔ اس کے تحت الحمد للہ ہم نے کامیابی حاصل کر لی ہے۔ اب جمہوریت کا آغاز ہو چکا ہے۔ ان حضرات سے میری اپیل ہے کہ یہ بھی ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ حکومت سے بھی ہماری اپیل ہے کہ ان کے ساتھ بات چیت کرنے میں وہ کوتاہی نہ برتیں تاکہ ملک میں ایک سال سے جو بے چینی تھی وہ دور ہو سکے اور یہ ملک آگے کی طرف ترقی کر سکے۔ و آخرالد عوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

Mr. Ilyas Ahmad Bilour: Mr. Chairman, my name may also be included in the list.

Mr. Chairman: You were not here yesterday but make a brief speech.

Mr. Ilyas Ahmad Bilour: Thank you very much Mr. Chairman. I am really glad that the people from Opposition have joined hands with the government

اور یہ ایک alliance جو دوسروں پر تنقید کرتے ہیں، ان کو چاہیے کہ وہ اپنے گریبان میں دیکھیں کہ ایک سال تک desk بجاتے رہے ہیں-----

جناب چیئرمین: میرا خیال ہے کہ آپ بل پر بات کریں، to the point رہیں کیونکہ وقت کی قلت ہے۔

جناب الیاس احمد بلور: بات یہ ہے جناب والا! کہ جب وہ ہم پر تنقید کرتے ہیں تو آپ سنتے ہیں اور ہماری اگر دو منٹ کی بات بھی ہو تو وہ آپ نہیں کرنے دیتے۔ بات یہ ہے کہ جس طرح آپ بابر صاحب کی تقریر کے دوران intervene کر رہے تھے اس طرح آپ نے پروفیسر صاحب کو intervene نہیں کیا۔ آپ please ہمیں بھی تھوڑا سا موقع دیں۔ We have got the equal rights.

جناب چیئرمین: آپ کو بولنے کا وقت دے رہے ہیں، کل بھی آپ کا نام پکارا تھا۔

Mr. Ilyas Ahmad Bilour: I will just speak for five minutes, not more than that. Mr. Chairman,

بات سیدھی سی ہے۔ یہ فیصلہ بہت پہلے سے ہو چکا تھا اور صرف public consumption کے لئے یہ کیا جا رہا تھا، یہ صرف time gain کیا گیا اور وہ فیصلہ sign کیا گیا تھا۔ مجھے یہ پوری اطلاع ہے کہ یہ کاغذ ان کو پہلے دیا گیا تھا اور انہوں نے اسے پڑھ کر ایک ایک item پر sign کیا تھا۔

جناب چیئرمین: آپ Bill پر بات کریں۔

جناب الیاس احمد بلور: جب ان بزرگوں نے اسمبلی سے واک آؤٹ کیا تو وہ بھی اپنے ووٹروں کو دکھانے کے لئے لیکن الحمد للہ ایسی بات نہیں ہو گی۔ کیونکہ ایک دفعہ آج یہ ایم ایم اے جسے کہتے ہیں، میں تو اسے Mullah Military Alliance کہوں گا، اس کو جتوایا گیا اور ہم nationalists کو ہروایا گیا اور یہ سارا کچھ ہوا۔ As far as the Bill is concerned میں یہ سمجھتا ہوں کہ کل ایس ایم ظفر صاحب نے اپنی تقریر میں ایک بڑی اچھی بات کی اور میں صرف وہی کہوں گا کہ provincial autonomy کو لازمی لایا جائے اور جو ہماری concurrent list

ہے وہ صوبوں کو دی جائے۔ یہ ۱۹۷۳ء کے بعد دس سال میں دینی تھی لیکن martial law کی وجہ سے نہیں دی گئی۔ آج بھی میں اقتدار میں بیٹھے ہوئے بزرگوں سے کہتا ہوں ' جو دوست آگے بیٹھے ہوئے ہیں اور دیگر جو لوگ ہیں کہ اگر اس ملک کو رکھنا ہے تو provincial autonomy دینا بہت ضروری ہے۔ Provincial autonomy کے بغیر اس ملک کا چلنا بہت مشکل ہے۔ دوسری بات میں یہ عرض کروں گا کہ enough is enough, فوج والوں کو ہم request ہی کر سکتے ہیں کہ اس کے بعد کوئی مارشل لاء نہ لگائیں زیادہ بہتر ہوگا کیونکہ یہ ملک کافی مارشل لاء کے اندر بھگت چکا ہے اور کافی تکلیفیں مارشل میں دے چکے ہیں اور لوگ یہ کہتے ہیں کہ سیاست دان یہ تھے۔ سیاست دانوں کا ایک process ہے۔ اگر اس سیاست کے process کو allow کیا جائے تو اچھے سیاستدان الحمد للہ اس ملک میں ہیں۔ وہ آئیں گے اور elect ہو کر آئیں گے۔ ان سیاستدانوں نے یہ پاکستان بنایا تھا۔ یہ پاکستان ہم نے کہیں فتح نہیں کیا تھا۔ یہ پاکستان سیاست کی وجہ سے بنا تھا۔ فوجی لڑائی سے نہیں بنا تھا۔ تو پاکستان بنانے والے پاکستان کی عوام اور پاکستان کے سیاستدان ہیں۔ سیاستدانوں کو اگر اجازت دی جائے' routine کے مطابق الیکشن کرائے جائیں اور fair الیکشن کرائے جائیں تو میں نہیں سمجھتا کہ ملک میں کبھی بے چینی ہو۔ کبھی بے چینی نہیں ہوگی۔ میں ان الفاظ کے ساتھ یہ عرض کرتا ہوں کہ ہماری پارٹی کا یہ فیصلہ ہے کہ ایل ایف او کو ہم منظور نہیں کرتے۔ شکریہ۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین : آپ فکر نہ کریں جو بھی ایسے الفاظ ہیں' We had said کہ جو بھی ایسے personal remarks uncalled for ہیں they will be deleted, ختم ہو گئی بات۔ وسیم سجاد صاحب۔

جناب وسیم سجاد : ٹھیک ہے جی نواب صاحب کو پانچ منٹ دے دیں۔

جناب چیئرمین: نواب صاحب اور اس کے بعد دو سپیکر آخری ہونگے۔

نواب محمد ایاز خان جوگیزئی : اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ جناب چیئرمین! ایسا لگتا ہے کہ اپوزیشن میں بغیر داڑھی والوں میں میری آخری باری ہے۔

(اس موقع پر وزیراعظم صاحب ایوان میں تشریف لائے)

نواب محمد ایاز خان جوگیزئی: اچھا ہے وزیراعظم صاحب بھی آئے۔ جناب یہاں پر کل سے 17th Amendment Bill پر جو بحث چل رہی ہے، ہمارے سب ساتھیوں نے تقریباً اس طرف سے تفصیل سے بات کی۔ ہر angle سے بات کی۔ میں یہ کہوں گا کہ اس ملک میں آئین ہے کہاں پر؟ 73 کے آئین کی ہمارے فوجی ڈکٹیٹروں نے جو حالت بنائی ہے، ان کو بوٹوں کے تلے روندتے روندتے اس میں اتنے سوراخ کئے ہیں کہ ہمارے ملک کے تیرہ کروڑ عوام محفوظ نہیں ہیں۔ نہ ہم سردی سے محفوظ ہیں نہ گرمی سے محفوظ، نہ بارش سے محفوظ ہیں نہ کسی آفت سے محفوظ ہیں۔ پھر ہم کس آئین کی بات کر رہے ہیں۔ ہماری پارٹی کا تو پہلے دن سے یہ مطالبہ ہے کہ یا تو اس 73 کے آئین کو اصل شکل میں لایا جائے یا ازسر نو قوموں کی برابری کی بنیاد پر، نسلی، لسانی بنیاد پر، ہمیں نیا آئین دیا جائے۔ اس آئین کی تو حالت پہلے ایوب خان نے، پھر جنرل ضیاء الحق نے، ابھی جنرل مشرف صاحب نے بگاڑی، یہاں پر اس وقت بھی ان کے ساتھ وہی لوگ تھے اور ان کے ذریعے ہی سب کچھ کیا گیا۔ اس ملک کے تیرہ کروڑ عوام پر گیارہ سال ایک فوجی ڈکٹیٹر کو مسلط کیا گیا۔ اس فوجی ڈکٹیٹر کی وجہ سے، جس میں امریکہ کا بھی ہاتھ تھا، ان کے ذریعے بری طرح سے افغانستان کو تباہ کرایا گیا، افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجائی گئی کیونکہ امریکیوں کو ضرورت تھی۔ اس ضیاء الحق کی وجہ سے ہمارے ملک میں کلاشنکوف کلچر چلا۔ ہمارے ملک میں یہ کاروبار شروع ہوا یعنی جتنی بھی دنیا کی غیر انسانی باتیں تھیں وہ ساری ضیاء الحق کے دور میں شروع ہوئیں۔ پھر اس کے لئے یہاں پر جو democratic forces تھیں، اس میں خاص طور پر ہماری پارٹی پشتون خواہ ملی عوامی پارٹی نے قربانیاں دیں۔ ہمارے کئی ساتھی اس میں شہید ہوئے۔

Mr. Chairman: Please do not interrupt.

نواب محمد ایاز خان جوگیزئی: کافی ساتھی ہمارے شہید ہوئے جس کے بعد ایک نام نہاد، ایک گزارے والی democracy آئی لیکن اس کو بھی چلنے نہیں دیا گیا۔ جناب! باتیں اتنی زیادہ ہیں اور ہمارا آپ کے ساتھ فیصلہ بھی یہی تھا کہ ہر مقرر کے لئے کم سے کم پندرہ منٹ

ہونے چاہئیں لیکن آپ عجلت میں بل پاس کرا رہے ہیں۔ ماضی میں بھی یہی ہوتا رہا ہے۔ ساتھی بات کر رہے تھے کہ فلاں نے چار گھنٹے میں بل پاس کرایا' فلاں نے ایک گھنٹے میں بھی بل پاس کرایا' اس میں بھی ہم بازی لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حالت یہ ہے جو ہمارے سامنے ہے۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ اس پر تفصیلی بحث ہوتی۔ دس دن' پندرہ دن بیٹھ کر' بڑے حوصلے کے ساتھ اس کے ہر پہلو پر' اس کی ہر خامی پر' اس کے ہر اچھے پہلو پر تفصیل سے debate ہوتی۔ یہاں پر ساتھی majority کی بات کرتے ہیں۔ کہاں کی majority, کونسی majority? آپ اس بل کو ایوان میں لے جائیں' اس پر ریفرنڈم کرائیں پھر دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا۔ عوام نے ووٹ کس کو دیا ہے؟

Mr. Chairman: Please try to conclude.

نواب محمد ایاز خان جوگیزئی: جناب چیئرمین! ابھی تک تو میں warm up نہیں ہوا ہوں۔

جناب چیئرمین: نہیں' آپ مہربانی کر کے cool down ہو جائیں اور جلدی ختم کریں۔

نواب محمد ایاز خان جوگیزئی: تو جناب چیئرمین! یہ جو engineered election کے through ان نمائندوں کو یہاں لایا گیا' جس election میں ان corrupt سیاستدانوں کو جو ملک سے بھاگے ہوئے تھے' مشرف نے بھگائے تھے' انہی کو لا کر ان engineered election میں کامیاب کرایا گیا' اب انہی ممبروں کے ذریعے یہ ناروا بل پاس کرایا جا رہا ہے' اسے ہم قطعاً نہیں مانیں گے۔ ہم سیاست کرتے ہیں۔ ہمیں کرسی کا کوئی شوق نہیں۔ ہم دائمی اپوزیشن ہیں۔ ہم ہر وقت اپوزیشن میں ہوں گے۔ ہمیں کرسی کا کوئی شوق نہیں ہے۔

Mr. Chairman: Please be relevant.

نواب محمد ایاز خان جوگیزئی: جناب! آپ شریف آدمی ہیں۔ میں آپ کی بڑی قدر کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: مہربانی۔

نواب محمد ایاز خان جوگیزئی: اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں بیٹھ جاؤں تو میں بیٹھ جاتا ہوں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ سانکزئی صاحب۔

ڈاکٹر عزیز اللہ سانکزئی: شکریہ جناب! آپ نے مجھے فلور دیا۔ دیر آید درست آید۔ چاہے آخر میں ہی دیا۔ میری پرچی کہیں راستے میں سفر کر رہی تھی۔ میرے ضلعے بھی ایسے ہیں۔ آخری ضلع ہے ہوسکتا ہے کہ بیچ میں کسی بڑی پرچی نے اس کو cross کر لیا ہو، پھر بھی میں آپ کا دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔

میں سب سے پہلے اپنے معزز مہمان، بلوچستان اسمبلی کے سپیکر اور سینئر وزیر تشریف لائے ہوئے ہیں، ان کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اس کے بعد جناب عالی! سارے ساتھیوں نے باتیں مکمل کرلی ہیں۔ ' ایم ایم اے والوں نے ' دوسرے ساتھیوں نے۔ میں تو صرف بل، یہ جو ب، ل ہے اس پر تھوڑی سی بات کروں گا۔ یہ بل فائٹر تھا، بل نہیں تھا اور یہ ایم ایم اے کے لیڈروں کی بصیرت کا کمال تھا کہ اس کو بل بنایا ہے۔ ب سے بہادر اور ل سے لائق ترین آدمی۔ لائق اور بہادر میں اللہ نے بصیرت دی ہوتی ہے اور بصیرت سے کامیابی ہوتی ہے۔ ہم نے نومہینے یا ایک سال میں ثابت کر دیا کہ سب سے اعلیٰ یہ اسمبلی کا powerful floor ہے اور اسمبلی ہے۔ اس کو سب ساتھیوں نے تسلیم کیا۔ اب رہی یہ بات کہ کوئی اتفاق کرتا ہے یا نہیں کرتا، ہم تو سب ساتھیوں سے کہہ رہے ہیں کہ اتفاق کریں لیکن مسئلہ یہ پیش آ رہا ہے کہ کسی بڑے پیر کے بڑے مرید تھے۔ ان کی بیوی ان کی مخالف تھی، کہتی تھی یہ بالکل کچھ نہیں جانتا۔ تو مریدوں نے ایک منصوبہ بنایا اور انہوں نے پیر صاحب سے کہا کہ اب جب ہماری meeting ہو تو بیوی کے سامنے تھوڑا سا اُڑیں تا کہ بیوی دیکھے کہ بھئی یہ تو اتنا پہنچا ہوا پیر ہے کہ زمین سے اوپر اُڑ رہا ہے۔ بادل نخواستہ پیر کو کرنا پڑا کیونکہ مریدوں نے انہیں مجبور کیا تھا، پیر صاحب اُڑنے لگے سب مریدوں نے بیوی کو کہا کہ دیکھو تم اس کی شکایت کرتی تھیں یہ کتنا بڑا پیر ہے، کیسے اُڑ رہا ہے، تو اس نے کہا ہاں ہاں میں بھی کہتی تھی کہ ایسا پیر ہو، تو انہوں نے کہا یہ خبر نہیں یہ آپ کے شوہر نامدار ہیں، کہنے لگی اچھا اسی لئے اس کا پاؤں ٹیڑھا تھا۔

اب جناب والا! اگر کوئی چیز آپ کو پسند نہیں آتی تو آپ کی اپنی مرضی، ہمیں اس پر اعتراض نہیں ہے۔ لیکن یہ یاد رکھیں کہ ہم آپ کے ساتھی تھے۔ ہم نے ناجائز کام نہیں کیا، ایک جائز کام کیا ہے، آپ کا بڑا پن ہونا چاہیے تھا کہ آپ ہمیں اس پر آفرین پیش کرتے، چہ جائے کہ آپ ہاتھ کھڑا کر کر کے کہتے کہ یہ MMA والے، یہ MMA والے۔ مجھے اس پر حیرانی ہو رہی ہے کہ اتنے اچھے اور سمجھدار لوگ ہیں، ہم نے ان کے ساتھ ایک سال یا نو مہینے کام کیا ہے۔جیسے شاعر نے کہا کہ

ہم آہ بھی بھرتے ہیں تو ہوجاتے ہیں بدنام

وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

جناب والا! میں آپ کو کیا بتاؤں کہ ان لوگوں کو اگر میں تھوڑا ادھیڑنا شروع کر دوں تو آپ کو احساس ہو جائے گا کہ یہ کیا ہیں لیکن یہ میرے دوست ہیں۔

Mr. Chairman: Please come to the point.

ڈاکٹر عزیز اللہ سانکزئی: میں اپنے اسی point پر آرہا ہوں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ

تمہیں غیروں سے کب فرصت، ہم اپنے غم سے کب خالی

چلو بس ہو چکا ملنا، نہ تم خالی نہ ہم خالی

جناب والا! میں آپ کو کیا بتاؤں، ہمیں بڑی تقریریں کرنی آتی ہیں، ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں لیکن اب یہ کہتے ہیں کہ ہم اس وقت پاکستان کی کامیابی کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔ ہم آپ کے ہر جائز کام کی حمایت کریں گے، اصول پر کریں گے، سب سے پہلے ہم ہوں گے جو کریں گے، لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آپ ہم پر ہاتھ کھڑے کریں کہ یہ MMA اور وہ MMA، یہ نہیں ہونا چاہیے، میں ان دوستوں سے کہتا ہوں جو یہ کہتے ہیں کہ قوم پرست، Nationalist, میں ان سے پوچھتا ہوں، کوہلو کے پہاڑ آج بھی رو رہے ہیں، کاغان کے پہاڑ رو رہے ہیں، کون تھا جس نے ان پر بمباری کرائی اور وہ گورنر کون تھا جس نے order دیا۔ میں ان دوستوں سے پھر پوچھتا ہوں کہ علی محمد مینگل 32 ہزار آدمیوں کے ساتھ مارا گیا، کس نے مارا، کیوں مارا؟ اس وقت آپ کہاں تھے؟ عزت مآب میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا، ہمارے

بلوچستان میں ایک مثال دی جاتی ہے کہ دو دوست تھے آپس میں (بلوچی) اس کا ترجمہ یہ ہے کہ تمہارا مال میرا اور میرا مال میرا یعنی وہ نہیں چاہتا تھا کہ میرا مال تمہارا۔

یہ آپ سوچیں کہ اندر بھی ایک ہونا چاہیئے اور باہر بھی ایک۔ ایم ایم اے کی تاریخ ہے کہ ہم نے آج تک دوستی کی ہے تو جوانوں جیسے دوستی نبھائی ہے اور اگر دشمنی کی ہے تو ظاہر ہو کر کی ہے۔ اس لئے جناب چیئرمین صاحب! میں اس floor کے توسط سے ان دوستوں سے کہتا ہوں کہ ٹھیک ہے، آپ بار بار کہتے تھے گریجویٹ، گریجویٹ۔ ہم بھی منہ میں ٹوٹی ہوئی زبان رکھتے ہیں۔ اگر آپ شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ماریں گے تو آپ کو دس پتھر پڑیں گے۔

Mr. Chairman: Please try to conclude.

ڈاکٹر عزیز اللہ ساتکزئی: جناب والا! میں اپنے point پر آ رہا ہوں۔ مجھے خبر ہے کہ یہ LFO کا چکر ہے۔ ہم نے بڑی محنت کی ہے، آج بلوچستان گواہ ہے جو میرے دوست کہتے تھے کہ ہم پشتون ہیں، وہ برنس روڈ آج تک رو رہا ہے، جہاں پر تم نے گیارہ لاشیں گرا دیں، وہ جناح روڈ آج تک رو رہا ہے، وہ کیا پشتون نہیں تھے؟ کیا وہ بلوچ نہیں تھے؟ یقیناً تھے لیکن آپ جب خواب کی تعبیر اپنے حساب سے کرتے ہیں---میں آپ کا ایک دفعہ پھر شکریہ ادا کرتا ہوں اور آپ کا بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے آخر میں مجھے وقت دیا۔ بہت بہت شکریہ۔

Mr.Chairman: Mr. Raza Hiraj.

Mr. Muhammad Raza Hayat Hiraj: Thank you, honourable Chairman, I am really grateful to you that you have given me the floor. Sir, for the last couple of days, I think, there has been a very healthy debate on the vires of the proposed bill which has been duly transmitted by the National Assembly of Pakistan. Sir, I will have to confine my winding up speech to the objects and reasons of the proposed bill which has been presented to this august House. Sir, I think, my senior colleague Mr. S.M. Zafar went into a great detail and I would not like to repeat those

assertions and submissions made by honourable Member. I will simply, in outline and briefly, elaborate the purposes and the objects and reasons. Sir, almost for a last year, we have been seeing the disfunctioning and we did not make any effort but nevertheless we did identify the issues. Little heed was paid to address these issues. It was important honourable Chairman sir, that for the strengthening of the Parliament, the "Majlis-e-Shoorah" in Pakistan and for the smooth functioning of the organs of the State, we should come to a consensus, so, therefore, a consensus was developed among the allied parties. It was a lengthy process. It almost took nine months to negotiate and as a result of the negotiations we were able to conclude an agreement. Sir, by virtue of that agreement, this Bill was introduced on the floor of the House in the National Assembly. Healthy debates also took place on that floor of that august House and that bill was approved by two third majority and then transmitted to this august House. So, briefly sir, two Clauses have been added to Article 41, whereby a special procedure, and it is a one time provision, this will be effective only for this term sir, whereby the President of Pakistan shall seek the vote of confidence from the electorates. Of course sir, it has to be read with Article 63(d). Article 63 of the Constitution clearly illustrates that a President can not hold two offices of interest. So, accordingly, a consensus was developed and it has been decided by the end of the year 2004, the President shall remove his uniform and will only keep one of his offices. Article 58 (2)(b), I think sir, this Article symbolises the security of demoracy in Pakistan. Therefore,

sir, a new clause has been inserted whereby a reference would be made by the President of Pakistan to the Supreme Court within fifteen days and the Supreme Court shall have to give a decision within thirty days afterwards. Article 112 is a corresponding provision which reflects the cause of Federation in Pakistan. Article 152 (a) was for the deletion of the National Security Council, it is an omission sir. This is the only clause on which all the parties in the National Assembly voted unanimously sir. So I would not like to go into the vires.

Mr. Chairman: We are not taking any points of order please. Please, we are not taking any points of order. We made it clear in the beginning. Continue Mr. Hiraj.

Mr. Muhammad Raza Hayat Hiraj: But sir, I would like to address one reservation which the honourable member of the Opposition had raised. Sir, when there will be an Act of Parliament for the National Security Council, I can assure you sir, It will be in line, in spirit and with the vires of the Constitution. Subordinate legislation has to be as per the spirit, in vires of the Constitution. Sir, Article 179 and Article 195 refers to the ages of the judges of Supreme Court and the High Courts respectively. They have been reduced to original age which was 65 and 62 in the original part of the Constitution. Article 243 substitutes the word discretion with consultation and consultation has been defined in Article 260 of the Constitution. I think, it should not be going into the vires of definitions which are already provided in the Constitution. Sixth Schedule

sir, refers to the devolution The four local government ordinances and the police order. As we have witnessed, and so as the entire nation of Pakistan. These, the local government, the devolution under police order, it was a new concept in the history of Pakistan. Sir, this was, historically speaking sir, something on these lines have been deliberated for the last two decades or so. In order to strengthen the deliberations and develop the institutions which have been initiated under the devolution programme sir, it is absolutely essential that they should be given some sort of a security and the security has been provided in the sixth Schedule. They will remain there for six years and after six years, they will go back to the original situation. Article 270 (a) sir, it is the validation of all the processes, ordinances, judgements of the courts which were under the PCO and the different procedures which were adopted in the last three years. This is a validation which now the Parliament will give to the laws and ordinances. It is an affirmation clause, it is a validation clause. Sir, these are briefly the Objects and Reasons which have elaborated sir, of course sir, the making of further submission and after we have gone to the third reading sir. Thank you Sir.

Mr. Chairman: Please be seated. Sajjad Sahib.

Mr. Wasim Sajjad: Sir, with your permission, I would just like to say that we had a very good debate by honourable members on the 17th Constitution(Amendment) Bill and I am grateful to the honourable members for their valuable contribution to this debate. We differ on many

points but I think this is the essence of democracy that we listen to each other and we are trying to develop a policy along those lines. I am particularly grateful to the honourable members of the MMA who I know sir, were under a lot of pressure but I think, the decision that they have taken in the interest of stability and prosperity and sustainability of the democratic procedure in Pakistan and I salute them for this very bold decision that they have taken.

Mr. Chairman sir, there have been a number of allegations against the Treasury Benches and those from the MMA, the honourable members of the MMA who have expressed support for the 17th Constitution Amendment Bill. We have been accused of doing something which were historically not correct, something illegal, something against the Constitution, something which was against the democratic process but real question is; have we done anything which is historically wrong or incorrect or illegal or have we done something in the highest national interest to strengthen the democratic process in Pakistan to make it a sustainable democracy so that all of us can develop our institutions and make them stronger.

Mr. S.M. Zafar has explained in detail and now the honourable Law Minister of the legal reasons and how this I would say, package of consensus was developed. Prof. Khurshid Ahmed has also given his reasons. I agree with some of the reasons and we disagree some of the motives and reasons that he has given. The fact is sir, that the President was the dejure President of Pakistan, why? Because it is the Supreme

Court of Pakistan which gave him powers to amend the Constitution. It is the Supreme Court of Pakistan in the decision quoted by my learned friend Mr Raza Rabbani where he was given the powers to amend the Constitution. So, he did not get this power out of the air. He got it from the highest Court of Pakistan. The LFO, it has been validated by the Watan Party case which is now today again relied upon in this judgement which is reported today in today's "NATION". The Lahore High Court has reaffirm, revalidated the referendum and said it is a valid and legal referendum. Therefore, there was no need sir, for the President to agree to what has been done. Why did he agree? The reason is sir, he agreed to this because he felt that now we have a Parliament, if the Parliament wants to do something which will strengthen the institutions, he is willing to go by the verdict of the Parliament. This has been explained in detail by the Law Minister and by Mr. S. M. Zafar. Two or three points which I just want to mention. No. 1 is the Validation Clause. A lot has been said about the consensus document which is the 1973 Constitution. A lot has been said about the role that Mr. Bhutto played in developing that Constitution and they appreciate it and many other also appreciate the fact that he did play a role in making that a consensus document, but in that consensus document, there is a Clause 269 which validate all Proclamations, all Martial Law Orders, all Ordinances made by the President who was acting under an ultra-constitutional regime, that is the period before Mr. Bhutto became the President. Why it was done? Because sir, there was a legal void, that void had to be covered.

And similarly no matter what we say, the fact of the matter is that there was a military intervention in October 1999. For the last three years we have had a President, we have had a Cabinet, we have hundreds of contracts; the courts have been giving decisions appointments have been made, so many things have been done. It is very right to say that we should forget and say that nothing happened. That may happen in story books, it happened in films. But as lawyers and people concerned with the field of law, we know sir, that we cannot walk into a vacuum. That vacuum has to be filled. Legal bridges have to be formed and these are the legal bridges and this legal bridge which has been formed means, that whatever was done between the 14th of October, 1999 when the Proclamation of Emergency was issued and the present day, everything that has been done, all those changes made by the LFO, all those in which we are in transit, and all those which are agreed upon, are now have the mandate and authority of 2/3rd of the Parliament of Pakistan. Once this bill is passed, it has already been passed by the National Assembly, once this bill is passed, everything that has been done, Orders, Ordinances, Proclamations, Executive Orders, everything including the Assembly which came into existence through this process, the Senate which came into existence through this process, though vast changes were made, we cannot just forget them. These are realities we have to face as lawyers and how did we face it, we created this legal bridge. I am grateful to all those honourable members who participated in this process and we succeeded in creating a valid legal bridge which will strengthen the

democratic process. So, what do we do? We created the legal bridge because now nobody can say that the Constitution has been amended by one person The Constitution today stands, whatever has been done, validated, supported and mandated by 2/3rd majority of both Houses of the Parliament.

Mr. Chairman, Mr. Safdar Abbasi has mentioned the remarks by Mr. Raza Rabbani when he said that in his book, very good book, I have read it, when he said that Mr. Bhutto had to obtain a vote of confidence and I think there was nothing wrong in that. It's perfectly a democratic method of obtaining a mandate or Constitution recognizes the vote of confidence for the Prime Minister. Mr. Bhutto got the vote of confidence in 1971. Why? Because he had no mandate otherwise. He had been appointed under Martial Law Regulations and, therefore, he went to the Parliament, there could not be an election because he was already President under the Martial Law Regulations and he became the first Civilian Martial Law Administrator but he obtained a vote of confidence and became the President. Perfectly alright.

Mr. Safdar Abbasi said that was the Constituent Assembly, how could that be a constituent assembly? The Assembly which was elected in 1971, half of it was gone. The other half which remained, how could we describe it as a constituent Assembly. But sir, these were realities. We have to face them. These are what we call legal void which we have to fill. These are legal vacuum which have to be crossed and, therefore, this is what has been done. I also would like to answer one question which was

raised by Mr. Sana Baloch. He said where is the 16th Amendment? Sir, the 16th Amendment was passed by this House and the National Assembly in 1999 by which the period of twenty years for quotas was increased from twenty to forty years, so this is not missing. It is there. It is there. So Mr. Chairman, there are very important documentaries, it is an historical day. Today, I think all of us has acted in the national interest, to strengthen the democracy in Pakistan, to make it a sustainable system in Pakistan and now that by the grace of God, we will be passing this law today, let us pleasure ourselves that we will strengthen our institutions further and I can assure you sir, if this system can go on for another fifteen years, let us say three Parliaments, you will have no need for any of these things which come in from time to time like 58(2)(b), we will not at all need them but today sir, they are needed because of the conditions of Pakistan. And as for as 58(2)(b) is concerned, sir, from 1947 up to 1977, there were interventions and from 1985 up to 1999, fourteen years period was a longest period in the history of Pakistan without any military intervention. And therefore, sir, why was it because there was a 58(2)(b) and because the Supreme Court has also said that this is safety valve necessary for Pakistan. So, if it is necessary, let us do it and we have done it because we feel this will strengthen the system of democracy. As I said, we have done this only because we have a belief that this will make it a sustainable system in which everybody can participate to strengthen it and make it stronger. Thank you sir.

(Thumping of the desks)

Mr. Chairman: We had extensive discussions. I now put the motion before the House. It has been moved that the bill further to amend the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan [The Constitution (Seventeenth Amendment)Bill, 2003], as passed by the National Assembly be taken into consideration.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: We will now adjourn to reconvene at 3.00 pm for second reading.

(The House was then adjourned to meet again at 3.00 p.m.)

(وقفے کے بعد زیر صدارت جناب چیئرمین سینٹ میاں محمد میاں سومرو اجلاس دوبارہ شروع ہوا)

ڈاکٹر محمد اکبر خواجہ: Point of order

Mr. Chairman: I think you are making a point of order. We are moving on second reading now.

ڈاکٹر محمد اکبر خواجہ: نہیں جناب! یہ procedure کا معاملہ ہے اس لئے point of order پر ہوں۔

جناب چیئرمین: ہم نے کہا کہ اس چیز میں point of order کی گنجائش نہیں ہے۔

ڈاکٹر محمد اکبر خواجہ: جناب! میری عرض سنیں۔ اس حد تک ہم آپ سے اتفاق کرتے ہیں کہ جہاں تک صورت حال تھی debate کی اس میں ہم نے بالکل interfere نہیں کیا نہ انہوں نے ہمیں interfere کیا۔ ان کی مہربانی ہے، میں اس بات کو ریکارڈ پر بھی لانا چاہتا ہوں کہ جتنی بھی ہم دوستوں نے بات کی انہوں نے ہمیں تحمل سے سنا۔ ہم نے بھی ان کو تحمل سے سنا لیکن اب معاملہ procedure کا آگیا ہے۔ اس میں میں سمجھتا ہوں کہ we have got every right کہ اگر کوئی procedural violation ہو رہی ہو تو ہم آپ کے notice میں لائیں۔ کیونکہ رولنگ آپ نے دینی ہے۔

جناب چیئرمین : ٹھیک ہے آپ notice میں سے آئے ہیں۔

ڈاکٹر محمد اکبر خواجہ : جناب! عرض سنیں ہماری یہ contention ہے کہ ابھی تک انہوں نے move ہی نہیں کی because we want to speak on that ان کی جو motion ہے جب وہ سامنے آئے گی تو ہم اس کے اوپر کچھ بولنا چاہتے ہیں۔

جناب چیئرمین : میں یہ عرض کروں کہ ہم کس چیز پر بولتے رہے ہیں انہوں نے move کیا ہے اسی پر ہم بولے ہیں۔ اسی کو House نے approve کیا ہے۔ Let us go to the second reading now

ڈاکٹر محمد اکبر خواجہ : نہیں جناب! میری عرض سنیں۔

جناب چیئرمین : نہیں نہیں، میں نے سن لیا ہے۔ میں نے ruling دے دی ہے، بس یہ ہو گیا ہے۔ It was all in order. We move on second reading.

پروفیسر خورشید احمد : جناب! قاعدے کے اعتبار سے تو یہ ہے کہ وزیر صاحب کو ایک بار کہنا چاہیے تھا کہ now I move it for consideration لیکن اگر یہ طریقہ نہیں ہوا ہے اور آپ نے طے کر دیا ہے چونکہ آپ نے اس کے بعد ووٹنگ کروا لی ہے تو اس کو precedent نہ بنایا جائے۔ باقی طریقہ یہی ہوا کرتا ہے۔

جناب چیئرمین : جی بھنڈر صاحب۔

چوہدری محمد انور بھنڈر : جناب! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو معاملہ ہے جو پروفیسر صاحب نے فرمایا ہے کہ motion اگر move ہو جائے اور motion consideration کی move ہونے کے بعد تقریریں ہوئیں، principle of the bill پر تقریریں ہوئیں۔

جناب چیئرمین : وہ withdraw تو نہیں ہوا۔

چوہدری محمد انور بھنڈر : Motion تو withdraw نہیں ہوا۔ Motion کو دوبارہ move کرنے کا کوئی precedent نہیں ہے۔

جناب چیئرمین : میں نے جب اس کو پڑھ دیا تو۔

چوہدری محمد انور بھنڈر: Chair اس کو put کرتی ہے as a question اور اس پر.....

جناب چیئرمین: بالکل صحیح ہے۔

چوہدری محمد انور بھنڈر: یہی ہوا ہے۔ اس لئے sir یہ precedent parliamentary precedent کے مطابق ہے جو ہوا ہے اور کوئی violation نہیں ہوئی۔

جناب چیئرمین: یہی میں نے کہا ہے، آپ نے جو کہا ہے ٹھیک ہے۔ نوٹ ہو گیا ہے اور جو میں نے کیا ہے وہ بھی آپ کے لئے عرض کر دیا ہے۔

Dr. Muhammad Akbar Khawaja: Mr. Chairman, in the House we have two versions of the Constitution, one is the light green and one is dark green and both were issued by the Secretariat and I would like clarification from the Law Minister that this Bill that he is referring, to which constitutional version he is referring to, with LFO or without LFO? Thank you sir.

Mr. Chairman. I think the most recent one is the one that is applicable. Hiraj Sahib. Mr. Hiraj, Akbar Sahib has question that he has two copies of the Constitution, a green and a light one, which is the most recent one?

Dr. Muhammad Akbar Khawaja: Which version of the Constitution of Pakistan he has referred to?

جناب محمد رضا حیات ہراج: جناب! میں ان کی بات follow نہیں کر سکا کہ یہ کیا فرما رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: میں خود بھی نہیں سمجھ سکا کہ کیا بات ہے؟ دوبارہ فرما دیں۔

Dr. Muhammad Akbar Khawaja: Sir, one is with LFO and

one is without LFO. Which version law Minister is referring to. Please make it clear. Thank you.

Mr. Muhammad Raza Hayat Hiraj: Sir, this is the latest copy of the Constitution. The proposed amendment relates to the constitutional provisions which was inscribed in this copy of the Constitution sir.

Dr. Muhammad Akbar Khawaja: What does this mean sir? With LFO version, without LFO version?

Mr. Chairman: I think that should have been asked in the beginning of the discussion. It is too late. By now, I am sure that it has been absorbed. So this is wrong stage to be asked.

یہ پہلے پوچھنا چاہئے تھا۔ اور جیسے بھنڈر صاحب نے بھی کہا The motion has been moved. Discussion ہوئی ہے۔ It was not withdrawn. It remains valid. I think we now move on to the second reading but before we go there I want to complement all the participants for the speeches, healthy speeches.

ڈاکٹر صفدر علی عباسی: چیئرمین صاحب! آپ voting کرائیں، آپ please voting کرائیں۔ آپ کو انہوں نے روک دیا ہے Sir، آپ کو وسیم صاحب نے روک دیا ہے۔

جناب چیئرمین: میری تو وسیم صاحب سے کوئی بات ہی نہیں ہوئی ہے۔

ڈاکٹر صفدر علی عباسی: آپ voting کرائیں ناں پھر، کرائیں voting.

میاں رضا ربانی: اس لئے اب آپ نے points of order دینا شروع کر دیا ہے Why don't you go for the vote now. Sir, go for the vote. You were not allowing us points of order. لیکن اب آپ کی 2/3rd بن نہیں رہی ہے تو اب آپ Points of order دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر صفدر علی عباسی: ابھی آپ نے put کیا ووٹ کے لئے۔

(مداخلت)

جناب بابر خان غوری: جناب چیئرمین! میں یہ کہہ رہا تھا کہ آج سترہویں ترمیم پر اللہ تعالٰی کے فضل و کرم سے جس صبر اور حوصلے سے اور جس طرح کارروائی چلی ہے اس کے لئے سینیٹ کے سٹاف کے لئے، میں سمجھتا ہوں جو دن رات انہوں نے کام کیا ہے اور سٹاف کے ساتھ ساتھ پی ٹی وی اور پاکستان براڈ کاسٹنگ کارپوریشن، اے پی پی اور جو information Ministry کے departments ہیں ان کو honorarium دیا جائے۔

(مداخلت)

Mr. Chairman: Now, we move on to the second reading of the Bill.

جناب بابر خان غوری: جناب! اس سیشن میں جو سوالات، motions اور resolutions تھیں وہ lapse نہ کئے جائیں۔

جناب چیئرمین: کیا؟

جناب بابر خان غوری: جو questions, motions and resolution تھے اس اجلاس کے لئے وہ lapse نہ کئے جائیں۔ وہ اگلے اجلاس کے لئے allow کر دیں۔ Ruling آپ دے دیں اس بارے میں۔

جناب چیئرمین: ہو جائیں گے، ہو جائیں گے۔ Now we move on to the second reading of the Bill. We will take up clause by clause consideration of the Bill. First we take up Clause 2. Is there any amendment?

Mian Raza Rabbani: Point of Order sir. Sir, I would most humbly say that you proceeded with the House in a very fine manner for the last one, one and half day but

آخر میں آپ نے گورنمنٹ کو ایک بار پھر save کیا ہے۔ You were going to go for the

vote and the honourable Leader of the House came and requested you

آپ not to go for the vote till such time as the numbers were not in place.

ایک دفعہ پھر ان کو bail out کریں۔ Sir, that is really not fair ہم یہاں پر یہ بات بڑے واضح طور پر کہنا چاہتے ہیں کہ ہم نے proceeding میں حصہ لیا اور ہم نے first reading میں' سینیٹ کی proceeding میں حصہ اس لئے لیا کہ ہم بڑے واضح الفاظ میں یہ بات clear کرنا چاہتے تھے کہ اس آئینی ترمیمی بل پر متحدہ ڈیموکریٹک اپوزیشن کی کیا position ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ آئین کے بنیادی ڈھانچے کو تبدیل کر رہا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ایک شخصی rule کو اس ملک میں مسلط کر رہا ہے۔ نیشنل اسمبلی میں ہم نے second reading میں بھی حصہ لیا کیونکہ ہم عوام کے سامنے اس کالے قانون کی ان تمام شقوں کی جو details ہیں۔

(اس موقع پر وزیر اعظم صاحب ایوان میں تشریف لائے)

میاں رضا ربانی: اس کالے قانون کی ان تمام شقوں کے جو منفی پہلو ہیں وہ بھی ہم عوام کے سامنے لانا چاہتے تھے لیکن اصولی طور پر اپوزیشن درحقیقت اب اس وقت اپوزیشن ہے کیونکہ ایک unholy alliance of undemocratic forces ابھر کر سامنے آیا ہے جو آئین کی صورت کو مسخ کر رہا ہے اور جو آئین میں دی گئی trichotomy of power کو تباہ کر کے ایک شخص کے ہاتھ میں تمام تر اقتدار اعلیٰ-----

جناب چیئرمین: ربانی صاحب! یہ آپ کہہ چکے ہیں۔ آپ to the point آئیں۔

میاں رضا ربانی: جناب! آپ بات تو سن لیں' جو ایک شخص کو تمام تر اقتدار اعلیٰ منتقل کر رہا ہے۔ ہم first, second and third reading سے دستبردار ہو کر walk out کر رہے ہیں کیونکہ تمام تر پارٹیاں اس پر walk out کر رہی ہیں جس میں پاکستان مسلم لیگ (ن)' JWP ' پختونخواہ BNP(Mengal) National Party, عوامی نیشنل پارٹی اور جمعیت اہلِ حدیث شامل ہیں کیونکہ ہم یہ بات تاریخ میں اس طرح رقم نہیں کرنا چاہتے کہ we were party to the defacing of the Constitution of 1973.

(اس موقع پر متحدہ اپوزیشن ہاؤس سے walk out کر گئی)

جناب وسیم سجاد: جناب رضا ربانی صاحب نے یہ کہا ہے کہ میرے کہنے پر شاید ووٹ نہیں ہوا۔ دراصل جناب! بات یہ تھی کہ voting کے لئے سب موجود تھے، جناب نے نماز کے لئے وقفہ کیا تھا اور کچھ لوگ نماز پڑھ رہے تھے، ان کا انتظار کیا گیا۔ انہوں نے خود ہی کہا تھا کہ نماز کا وقفہ کریں۔ بہرحال ہم سب کو احتراماً نماز اور نمازیوں کا احترام کرنا چاہیئے اور ان کا انتظار کرنا چاہیے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی جناب رضا حیات ہراج صاحب۔

جناب محمد رضا حیات ہراج : شکریہ جناب چیئرمین! میں گزارش کرنا چاہوں گا کہ ہمارے honourable member of Opposition نے فرمایا کہ یہ unholy alliance ہے۔ اگر ایک پارٹی نے متفقہ فیصلہ کیا اور اس ایوان میں، نیشنل اسمبلی میں پاکستان میں جمہوری اقدار کو مضبوط کرنے کے لئے ایک consensus develop کیا تو unholy ہو گیا، جب تک یہ اکٹھے رہے اس وقت تک unholy نہیں تھا۔ اگر انہوں نے پاکستان میں جمہوریت کی smooth running کے لئے، پاکستان کے interest کے لئے، پاکستان کے institutions کے استحکام کے لئے ایک فیصلہ کیا تو یہ unholly ہو گیا۔ جناب! یہ double standard ہے۔ یہ ہمیشہ اس طرح بات کر کے چلے جاتے ہیں، یہ کبھی ہمارا جواب سن کر نہیں جاتے۔ پچھلے دو دنوں سے ہم نے بڑے passion کے ساتھ ان کی ایک ایک بات سنی۔ اب جب یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی amendments defeat ہونے لگی ہیں تو یہ لوگ walk out کر کے چلے گئے ہیں۔

Sir, I shall request that we have to proceed now.

Mr. Chairman: Now, we move on to the second reading of the Bill. We will take up clause by clause consideration of the Bill. First, we may take up Clause 2, as there is no amendment of this Clause, I straight away put the question. So, the question is that, that Clause 2 do form part of the Bill. Those who are in favour of Clause 2 may rise in their seats. Can we have the counting please.

Mr. Chairman: You have counted.

تشریف رکھیئے۔

Those against may rise in their seats. I do not think there is much counting. 72 members have voted in favour of this clause and there is no count against it.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: So, the motion is carried by the votes of not less than two third of the total membership of the Senate. Clause 2, therefore, forms part of the Bill. Now, we move on to Clause 3 of the Bill, as there is no amendment of this clause also, I straight away put the question which is that Clause 3 do form part of the Bill. Those who are in favour may rise in their seats.

Move کرتے کرتے تھک گئے۔ I think, counting کے لئے آپ کونوں پر آدمی کھڑے کر دیں۔ کوئی نہ ملے تو وہی count ہوتے رہیں گے۔

(اس موقع پر گنتی کی گئی)

Mr. Chairman: Those against may rise in their seats. I do not think, anything there is to be counted.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: For Clause 3, seventy two members have voted in favour of this Clause and there is no count against it. So, the motion is carried by the votes of not less than two third of the total membership of the Senate, Clause 3, therefore, forms part of the Bill. Now, we move on to Clause 4 of the Bill, as there is no amendment of this clause either. So, I

straight away put the question which is that Clause 4 do form part of the Bill. Those who are in favour may rise in their seats.

(اس موقع پر گنتی کی گئی)

جناب چیئرمین : تشریف رکھیئے ۔ Those against clause 4 may rise in their seats.

(The motion was carried)

جناب چیئرمین: کیا نمبر ہے؟

72 members have voted in favour of this Clause 4 . So, the motion is carried by the votes of not less than two third of the total membership of the Senate. Clause 3, therefore, forms part of the Bill. Now, we move on to Clause 5 of the Bill. As there is no amendment of this clause either, so, I straight away put the question which is that Clause 5 do form part of the Bill. Those who are in favour may rise in their seats.

(اس موقع پر گنتی کی گئی)

Mr. Chairman: Those against may rise on their seats.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: 72 members have voted in favour of this clause and none is against, no abstention. So, the motion is carried by the votes of not less than two third of the total membership of the Senate and Clause 5, therefore, forms part of the Bill.

(گنتی کی گئی)

Mr. Chairman: Now we move on to Clause 6 of the Bill. As there is no amendment in this Clause either. So, I straight away put the

question. The question is that Clause 6 do form part of the Bill. Those who are in favour of Clause 6 may rise in their seats.

(گنتی کی گئی)

Mr. Chairman: Please be seated. Those against Clause 6 may rise in their seats. Seventy Two Members have voted in favour of this Clause and none against, no abstention. So: the motion is carried by the votes of not less than 2/3rd of the total membership of the Senate. Clause 6 therefore, forms part of the Bill. Now we move on to Clause 7 of the Bill. As there is no amendment to this Clause, I straight away put the question. That Clause 7 do form part of the Bill. Those who are in favour of Clause 7may rise in their seats.

(گنتی کی گئی)

Mr. Chairman: Please be seated. Those against Clause 7 may rise in their seats. Seventy two Members have voted in favour of this Clause. None against and no abstention. So the motion is carried by the votes of not less than 2/3rd of the total membership of the Senate. Clause 7, therefore, forms part of the Bill. Now, we move on to Clause 8 of the Bill. As there is no amendment in this Clause, the question is that Clause 8 do form part of the Bill. Those who are in favour of Clause 8 may rise in their seats.

(گنتی کی گئی)

Mr. Chairman: Please be seated. Those against Clause 8 may rise in their seats. Seventy Two Members have voted in favour of this

Clause. None against. So the motion is carried by the votes of not less than 2/3rd of the total membership of the Senate. Clause 8, therefore, forms part of the Bill. Now we move on to Clause 9. As there is no amendment, the question is that Clause 9 do form part of the Bill. Those who are in favour of Clause 9 may rise in their seats.

(گنتی کی گئی)

Mr. Chairman: Please be seated. Those against may rise in their seats. There is none. Seventy Two Members have voted in favour of this Clause, and none against. So the motion is carried by the votes of not less than 2/3rd of the total membership of the Senate. Clause 9, therefore, forms part of the Bill. Now we move on to clause 10. There is no amendment. So, I put the question. The question is that Clause 10 do form part of the Bill. Those who are in favour of Clause 10 may rise in their seats.

(گنتی کی گئی)

Mr. Chairman: Please be seated. Those against Clause 10 may rise in their seats.

(Pause)

Mr. Chairman: Seventy Two members have voted in favour of this Clause and none against and no abstention. So, the motion is carried by the votes of not less than 2/3rd of the total membership of the Senate.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: Clause 10, therefore, forms part of the Bill. Now

Mr. Chairman: Clause 10, therefore, forms part of the Bill. Now we take Clause 1, the Preamble and Short Title. The question before the House is that the Preamble, Clause 1 and Short Title stand part of this Bill. Those in favour of it may rise in their seats.

(The counting was done at this stage)

Mr. Chairman: Please be seated. Those against may rise in their seats.

(Pause)

Mr. Chairman: Seventy two members have voted in favour of this Clause and none against and no abstention. So, the motion is carried by the votes of not less than 2/3rd of the total membership of the Senate.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: So, the Preamble, Clause 1 and Short Title forms part of the Bill. We come to the third reading. Minister for Law to move for the final passage of the Bill.

Mr. Muhammad Raza Hayat Harraj: Honourable Chairman sir. I beg to move that the Bill further to amend the Constitution of Islamic Republic of Pakistan (The Constitution [17th Amendment] Bill, 2003) be passed.

Mr. Chairman: Any comments on it?

Prof. Khursheed Ahmed: On third reading?

Mr. Chairman: Yes.

پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ

الکریم۔ جناب چیئرمین! اس بل کی دو readings ہو گئی ہیں اور پہلی reading کے موقع پر تمام ضروری نکات نظر کے سامنے آ گئے ہیں۔ اس لئے یہ کوئی formality نہیں ہے کہ ہم اس موقع پر کوئی تقریر کریں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ چند باتیں بہت ضروری ہیں جو finally bill کو approve کرنے سے پہلے ہمارے ذہنوں میں تازہ رہیں۔ کم از کم میری اور میری پارٹی کی طرف سے یہ اس ایوان اور قوم کے ساتھ commitment ہے۔ ہم نے جس جذبے سے اس amendment میں حکومت کا ساتھ دیا ہے وہ بنیادی طور پر یہ ہے کہ ملک ابھی ایک transitional phase سے گزر رہا ہے۔ ہماری منزل بہت صاف ہے۔ وہ منزل یہ ہے کہ کس مقصد کے لئے پاکستان قائم ہوا تھا؟ جسے Objectives Resolution میں اور بحیثیت مجموعی ۱۹۷۳ء کے دستور میں پوری وضاحت اور گہرائی کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ first and the fore most پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے۔ یہ ایک نظریے کی بنیاد پر قائم ہوا ہے۔ اللہ کی حاکمیت اور اللہ کی دی ہوئی ہدایت اس ملک کا بنیادی قانون، نظام زندگی اور مستقبل ہے لیکن اس کے ساتھ دوسرا بنیادی اصول جمہوریت ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کی ہدایت کو نافذ کرنے کا نظام اور ذریعہ عوام کے منتخب نمائندوں کو بننا ہے جو اللہ کے سامنے جواب دہ ہیں اور اللہ کے ساتھ ساتھ عوام کے سامنے جواب دہ ہیں۔ اسلام میں legitimacy دو چیزوں سے آتی ہے۔ پہلا، اللہ اور اس کے رسول سے وفاداری اور شریعت کی بالا دستی اور دوسرا، عوام کا اعتماد اور ان کے سامنے جواب دہی۔ اس کے ساتھ ہی جمہوریت کا وہ تصور جو پارلیمانی جمہور کا ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ نہ وہ presidential ہو، نہ وہ autocrat ہو، نہ اس میں dictatorship کا کوئی شائبہ ہو بلکہ پارلیمنٹ کی sovereignty اللہ کی sovereignty کے تابع ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ executive پارلیمنٹ کے سامنے جواب دہ ہوگی، پارلیمنٹ pressure بنے گی۔ صدر بلاشبہ ہمارے دستور کے تحت پارلیمنٹ کا حصہ ہیں۔ پارلیمنٹ consist کرتی ہے صدر، سینیٹ اور نیشنل اسمبلی کے اوپر لیکن اس میں صدر کو ایک خاص مقام دیا گیا ہے۔ اس مقام سے کم یا اس سے زیادہ، دونوں پارلیمانی جمہوریت کے سم قاتل ہیں اور بدقسمتی سے ہم مختلف وجوہ کی بنا پر ایک ایسے نظام کی طرف drift کرتے چلے گئے ہیں جس میں حقیقی توازن مجروح ہو گیا ہے، کمزور ہوگیا ہے اور ایک خاص سمت میں tilt کر گیا ہے۔ ہم نے یہ بل اس لئے پاس کیا ہے

کہ ہم اس توازن کی طرف دوبارہ آنا چاہتے ہیں ۔ ابھی اس کی طرف آنے میں وقت لگے گا۔ ہمیں ایک خاصا راستہ طے کرنا ہے ۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہم نے ایک قدم اس طرف اٹھایا ہے ۔اسلام، پارلیمانی جمہوریت اور federation یہ تین بنیاد ہیں اور federation کے معنی ہیں "مرکز" اور مرکز پاکستان کی وحدت کی علامت ہے ' یہ اس کا نمائندہ ہے۔ صوبے اپنا حق رکھتے ہیں ' وہ federating units ہیں اور دستور جو autonomy انہیں دیتا ہے ' وہ لازماً انہیں ملنی چاہیے ۔ پارلیمنٹ اور خاص طور پر یہ سینیٹ ان کا محافظ ہے ۔ یہ بھی ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ federation کے اصول کو بھی کمزور کیا گیا ہے اور balance tilt ہوا ہے provinces سے مرکز کی طرف 'صدر کی طرف۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ ہوا ہے کہ جو local body کانظام ہے جسے صوبوں کے تحت ہونا چاہیے 'اس کی حیثیت کو centralize کر دیا گیا ہے۔ یہ ساری چیزیں' دستوری احکام provisions, اور spirit کے خلاف ہیں۔ جناب والا! ان تینوں کا تحفظ ضروری ہے ۔ یہ دستور کی بالادستی اور پارلیمنٹ کی بالادستی کے لئے ہے۔ ہماری نگاہ میں 17th Amendment اس جانب ایک قدم ہے۔ لیکن ابھی ہمیں بہت راستہ طے کرنا ہے ۔

جناب والا! اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ دستور کا مزاج ' دستور کے الفاظ دونوں گواہ ہیں کہ پاکستان کی سیاست میں فوج کا ملوث ہونا ' اس کی direct intervention یا اس کو manipulate کرنا ' یہ قطعاً غلط ہے ۔ ہم نے آج تک اس کا خمیازہ بھگتا ہے۔ ہمیں اس بارے میں یکجا ہونا ہے۔ یہ صحیح جمہوری نظام کے ارتقاء اور اس کو sustain کرنے کے لئے ضروری ہے کہ فوج کو ان حدود کے اندر پابند کیا جائے ۔ فوج ہمارے لئے ضروری ہے ۔ سلامتی کے لئے ضروری ہے ۔ فوج کی جو حقیقی ضروریات ہیں' ان کو پورا ہونا چاہیے ۔ سلامتی کے معاملات میں فوج کی considerations کو سمجھنا ضروری ہے لیکن فیصلہ سول حکومت نے کرنا ہے ۔ اصل میں وہ ذمہ دار ہے اور فوج ان کے سامنے جواب دہ ہے ۔جب تک یہ diarchy ہے' یہ ایک transitional period ہوگا۔ ہم اس transitional period کو جتنا کم کر سکیں، کرنا چاہیے ۔ یہ وقت کی ضرورت ہے ۔اس وقت ہم نے دسمبر 2004 کی ایک حد کھینچ دی ہے لیکن وہ final limit ہے۔ ہماری کوشش ہونی چاہیے کہ اس سے جتنا پہلے یہ کام ہو

جائے، اچھا ہے تا کہ civil حکومت پورے طریقے سے قائم ہو جائے۔

میں یہاں یہ بھی یاد دلانا چاہتاہوں کہ مئی 2000 کا ظفر علی شاہ کیس جو ہے اس میں ایک جگہ نہیں بلکہ تین جگہ سپریم کورٹ نے صاف الفاظ میں یہ کہا ہے کہ politicisation of the army یا آرمی کا role civilian نظام میں غلط ہے، جمہوریت کے لئے خطرہ ہے اور ہم یہ سب کچھ اس لئے کر رہے ہیں کہ دوبارہ civilian supremacy قائم ہو سکے۔ اس civilian supremacy کے لئے ہم کام کر رہے ہیں۔

جناب والا! میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ 17th Amendment کے بعد پارلیمنٹ اور Prime Minister کے اختیارات تھوڑے سے improve ہوئے ہیں ۔ ہم کسی تصادم کو پسند کرتے ہیں اور نہ ہی یہ ملک کے لئے مفید ہے لیکن یہ بھی ضروری ہے اور پارلیمنٹ سے قائم ہونے والی cabinet اور اس کا لیڈر پرائم منسٹر جسے دستور نے اختیارات دیئے ہیں، ذمہ داریاں دی ہیں اور قوم جو اس سے توقعات رکھتی ہے، ان کو پورا کرے۔جہاں تک ایم ایم اے کا تعلق ہے، ہم نے اصولوں کی خاطر، کسی ذاتی فائدے کے لیے نہیں، کسی جماعتی فائدے کے لیے نہیں، کسی دوسرے political فائدے کے بغیر یہ تعاون دیا ہے اور ہمیں اس پر کوئی reservation نہیں اس لیے کہ یہ جانتے ہوئے کہ یہ مطلوبہ معیار سے بہت کم معیار پر ہو رہا ہے لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس وقت ملک کو کشمکش سے نکالنا، تصادم سے بچانا اور کوئی ایسی کیفیت جس میں public agitation کے نتیجے کے طور پر فوج اور قوم ایک دوسرے سے صف آراء ہوں، یہ ہمارے ملک کے مفاد میں نہیں ہے، اس لیے ہم نے یہ قربانی دی ہے، یہ تعاون دیا ہے۔

وزیر اعظم صاحب کو خاص طور پر اور حکمران پارٹی سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اب آپ کی ذمہ داری پہلے سے بڑھ گئی ہے ۔ اب آپ ایک عظیم آزمائش میں ہیں۔ ہم تو انشاء اللہ اپوزیشن میں بیٹھیں گے اور اپنا مثبت کردار ادا کریں گے، آپ نے اگر کوئی صحیح بات کی تو ہم اس کی تائید کریں گے بلا لحاظ اس کے کہ ہماری پارٹی آپ سے مختلف ہے اور ہم اس میں شریک نہیں ہیں لیکن جہاں کہیں آپ الگ راستہ اختیار کریں گے تو ہم آپ کا احتساب کریں گے، گرفت کریں گے ۔ دستور نے ہمیں جو بھی سیاسی اختیارات دیئے ہیں، پارلیمنٹ کے باہر ہم ان تمام کو

استعمال کریں گے ۔ہم چاہتے ہیں کہ working relationship آپ کا اپوزیشن سے ہو صرف ایم ایم اے سے نہیں ، پوری اپوزیشن پارٹی سے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان کا بھی اتنا ہی حق ہے کہ ان کی بات کو سنا جائے ، چاہے وہ کتنا بھی اختلاف کریں۔ اگر اختلاف کے اظہار میں وہ کچھ زیادتی بھی کرتے ہیں تو جمہوریت میں ایک دوسرے کو اسی طریقے سے برداشت کیا جاتا ہے ۔ یہ بہت ضروری ہے ۔ ہمیں اس جمہوریت کو آگے لے کر چلنا ہے ۔پارلیمنٹ کو لے کر چلنا ہے تو یہ آپ اچھی طرح سمجھ کر چلیں کہ یہ ہم نے پہلا قدم اٹھایا ہے ۔ ابھی بہت قدم ہم نے اٹھانے ہیں۔

ساتھ ہی میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ جن دو committees کا وعدہ حکومت نے ہم سے کیا ہے ۔ ایک کمیٹی پرائم منسٹر صاحب کی صدارت میں 6th Schedule کے بارے میں جو قوانین ہیں اور جس پر صدر کی prior permission ضروری قرار دی گئی ہے جو infringement ہے provincial rights کی ، جو constitutional spirit کی violation ہے ، concurrent list کی violation ہے ، اس کو جلد از جلد بلایا جائے ، چاروں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ بھی اس میں بیٹھیں اور وہ مل کر راستہ نکالیں تاکہ صدر صاحب سے بھی ہم بات کرکے جلد از جلد اس سے نکلیں ۔ ہم دل و جان سے یہ چاہتے ہیں کہ ملک میں local bodies کا نظام صحیح بنیادوں پر قائم ہو لیکن اسے صوبائی نظام کا ایک حصہ ہونا چاہیئے۔ وہ مرکز کا ایک off shoot اور extension نہیں ہو سکتا ۔ اگر مرکز نے یا صدر نے کوشش کی کہ اس نظام کو use کریں اپنے سیاسی مقاصد کے لیے ، اپنی سیاسی تائید حاصل کرنے کے لیے تو وہ اس ملک کے ساتھ ، اس دستور کے ساتھ ظلم کریں گے۔ یہ ایک مجرمانہ فعل ہے ۔ اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ کمیٹی جلدی سے کام شروع کرے اور ہم اس کو ایک شکل دے دیں ۔ چھ سال آخری limit ہے ۔ جو ہم نے بہرحال مجبوراً تسلیم کی ہے۔ اب ہم چاہیں گے کہ یہ مسئلہ جلد سے جلد طے ہو تاکہ ملک میں جمہوریت کا پودا ٹھیک ٹھیک پنپ سکے ۔

دوسری کمیٹی میری نگاہ میں اس سے بھی زیادہ اہم ہے اور یہ بہت ہی honoured responsibility ہے جو پارلیمنٹ نے اپنے اوپر لی ہے ۔ ہم نے بڑا دل کڑا کرکے یہ کڑوا گھونٹ پیا ہے کہ 270-A(a) کے تحت ان تمام قوانین کو، ان تمام تبدیلیوں کو، ان تمام

ordinances کو ، ان تمام احکام کو، ان تمام تقرریوں کو، ایک قسم کا validation دیا ہے ۔ میں یہاں آپ کو یاد دلاؤں گا، اگر مجھے صحیح یاد ہے کہ جسٹس یعقوب علی کا جو judgement ہے عاصمہ جیلانی کیس میں انہوں نے ایک بڑا لطیف نکتہ اٹھایا ہے اور یہ کہا ہے کہ اس نوعیت کا جو validation ہے، یہ دراصل validation نہیں ہے، یہ condonation ہے ۔ میں چاہتا ہوں کہ وزیر اعظم صاحب اور ہماری حکومت کی پارٹی کے لوگ اس بات کو سامنے رکھیں کہ ایک قسم کا condonation ہم نے کیا ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ ہم بیٹھ کر اس کو دیکھیں ۔ ساڑھے تین سو کے قریب ordinances ہیں جو اس زمانے میں آئے ہیں ۔ کچھ ایسے ہیں کہ جو اپنا کام ختم کر چکے ہیں ۔ کچھ ایسے ہیں کہ جن کا ہونا ضروری ہے لیکن کچھ ایسے بھی ہیں جو مخصوص مفادات یا بیرونی مطالبوں کی بنا پر ، یا غلط پالیسیوں کی بنا پر اختیار کر لیے گئے ہیں ۔ ہم انہیں condone کر رہے ہیں لیکن جلد از جلد ان کو review کرنا ، ان کو re-examine کرنا، ان میں جو صحیح ہیں ان کو باقی رکھنا، جو غلط ہیں ان کی اصلاح کی جائے۔یہی کام پارلیمنٹ کا ہے کہ ہم اس کے بعد legislation کے ذریعے، amendment کے ذریعے، ان تمام چیزوں کی اصلاح کریں تا کہ ہم جمہوریت کے راستے پر آسکیں۔

جناب والا ! میں یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اس ملک میں جمہوریت کا پودا اگر پنپ نہیں سکا تو اس کی اور چیزوں کے علاوہ بڑی ذمہ داری خود پارلیمنٹ ، پارلیمنٹ کے ارکان ، حکومت اور انتظامیہ پر آتی ہے ۔بلا شبہ شکار کے لیے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ۔ آپ اگر کمزوری دکھائیں گے تو وہ ضرور اپنا کام کر جائیں گے لیکن اگر آپ مضبوط ہوں گے ، اگر آپ اپنی ذمہ داری ادا کریں گے تو کسی کو ہمت نہیں ہو گی۔

جمہوری نظام کی اصل طاقت اجلاس میں ہے ، جمہوری نظام کی اصل طاقت اس چیز کے اندر ہے کہ جمہوریت کے نمائندے اپنی ذمہ داریاں اچھی طرح ادا کریں۔ مجھے دکھ سے یہ بات کہنی پڑتی ہے ، میں پہلے بھی بارہ سال اس ایوان کا رکن رہا ہوں ، کیا یہ ایک حقیقت نہیں ہے کہ ہم محض قانونی تقاضوں کی وجہ سے 90 دن پورے کرنے کے لئے ملے ہیں۔ ان میں سے کتنے دن ہم نے کام کیا ہے ؟ کیا یہ ایک حقیقت نہیں ہے کہ نصف کے قریب members ایسے ہیں جو شاید چھ سال کی اپنی پوری مدت میں ایک بار بھی نہ بولے ہوں۔ جناب والا! ہم

یہاں آتے ہیں ۔ہمیں اپنی ذمہ داری ادا کرنی چاہیئے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم پارلیمنٹ کے اجلاسوں میں، committees کے اندر، task forces کے اندر homework کرکے قانون سازی کے لئے، پالیسی سازی کے لئے ، سوالات کے لئے ، مختلف قسم کی motions کے لئے ، اپنا وقت صرف کریں۔ ایک طرف اپنی constituencies کا حق ادا کریں لیکن دوسری طرف پارلیمنٹ کا بھی ہم کام کریں تاکہ یہ سارے کام ہوسکیں۔

دستور کے Article 2 to 3 کے اندر کہا گیا تھا کہ سات سال کے اندر اندر تمام قوانین کو قرآن و سنت کے احکام کے مطابق ڈھال دیا جائے گا۔ اس دستور کو بنے ہوئے آج کتنا عرصہ ہو چکا ہے ، پارلیمنٹ نے کیا کام کیا ہے؟ Islamic Ideology Council نے 41 reports بھیجیں،1997 تک کی بات کر رہا ہوں، اس کے بعد بھی لازماً آئی ہوں گی، ان 41 reports میں سے کسی ایک report پر بھی نہ National Assembly نے ، نہ Senate نے discuss کرکے قانون سازی یا policy کے لئے guidance لی ہے۔ Directive principles of state policy آپ کے دستور کا حصہ ہے، اس میں لکھا ہوا ہے، اس میں لکھا ہوا ہے کہ یہ رپورٹ پارلیمنٹ کے سامنے آنی چاہیئے ان directive principles پر کام کرنے کے لئے حکومت نے کیا کیا ہے تاکہ پارلیمنٹ ان پر غور کرے اور یہ بتائے کہ آگے کیا کام کرنے کی ضرورت ہے،ہم نے کیا کیا ہے؟

Public Accounts Committee, کس کس چیز کا میں نام لوں جن پرہمیں اپنی ذمہ داری پوری کرنی چاہیئے۔ مجھے یاد ہے کہ 8th Amendment کے موقع پر بھی ہم نے اسی قسم کا ایک عہدنامہ کیا تھا اور وہ عہدنامہ یہ تھا کہ ہم 8th Amendment pass کر رہے ہیں لیکن چھ مہینے کے اندر اندر ایک کمیٹی بنائی جائے گی جو 9th Amendment کا خاکہ پیش کرے گی اور اس 9th Amendment کے اندر تین چیزیں رکھی گئی تھیں۔ پہلی قرآن و سنت کی بالا دستی، دوسری یہی جو ہم نے آج کی ہے کہ ماضی کے جتنے بھی قوانین ہیں ان کو review کرکے یہ دیکھنا کہ Constitution میں کون سی deformities آ گئی ہیں ، انھیں ہم کس طرح دور کریں اور تیسری چیز ، باقی تمام orders and ordinances جو تھے، ان کو review کیا جائے۔ مجھے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ کمیٹی بنی ضرور، لیکن اس کمیٹی نے کوئی کام کرکے

نہیں دیا۔ میں نہیں چاہتا کہ ہم ان چیزوں کو repeat کریں ۔ ہم نے ایک بار پھر آپ پر اعتماد کیا ہے ۔ ہم نے آپ پر بھروسہ کیا ہے کہ آپ وہ کمیٹی بنائیں گے ' وہ کمیٹی کام کرے گی ' لیکن میں چاہتا ہوں کہ کمیٹی کام کرے تاکہ قوم یہ دیکھے کہ ہم نے ساری چیزوں کو ' ordinances کو اگر condone کیا ہے ' صرف condone کیا ہے تاکہ ہم پھر thoroughly review کرکے اپنے گھر کے نظام کو ٹھیک کرلیں۔

جناب والا! یہ وہ ساری چیزیں ہیں جو کرنے کی ہیں ۔ ان گزارشات کے ساتھ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم قدم آگے بڑھا رہے ہیں ۔ 17th Constitutional Amendment جمہوریت کی طرف ایک قدم ہے' ابھی ہم نے بہت سا کام آگے کرنا ہے ۔ آئیے! مل جل کر اس کام کو انجام دیں ۔ و آخر الدعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جناب چیئرمین۔پروفیسرغفور احمد ۔.Please be brief

پروفیسرغفور احمد ۔ مختصر بات کروں گا۔ جناب چیئرمین! آپ اس بات کے شاہد ہیں کہ 1972 سے آج تک سینیٹ مختلف مراحل سے گزرا ہے ۔ آپ کو 18th April کا دن بھی یاد ہوگا جب اپوزیشن نے تقریباً چھ گھنٹے تک کھڑے ہو کر بات کی۔ مولانا شاہ احمدنورانی صاحب بھی بیماری کے باوجود کھڑے رہے اور treasury benches سے بہت سے لوگ آئے اور ان سے کہا کہ مولانا صاحب آپ تشریف رکھیں ۔ آج ہم سترھویں ترمیمی بل کی منظوری میں آخری مراحل سے گزر رہے ہیں۔ میں آپ سے عرض کروں گا کہ اب ہم ایک نئے دور کا آغاز کریں ۔ اب پارلیمنٹ کو کام کرنے کا موقع دیا جائے ۔ آئین میں جو خامیاں ہیں ان کو دور کیا جائے۔ ہم پوری توجہ اس بات پر صرف کریں کہ ملک سے غربت' جہالت' بیماری' بےروزگاری' بدامنی اور بدعنوانی کو دور کیا جائے۔ جناب چیئرمین! میں آپ کی وساطت سے وزیر اعظم میر ظفر اللہ جمالی کو درخواست کروں گا کہ ہم ملک کی فضا کو زیادہ سازگار بنانے کی کوشش کریں۔ میری گزارش یہ ہوگی کہ جاوید ہاشمی صاحب کو رہا کیا جائے۔ آصف زرداری صاحب بہت طویل قیدکاٹ چکے ہیں اور بہت سے مقدمات سے وہ بری بھی ہو چکے ہیں' میری درخواست ہوگی کہ انہیں رہا کیا جائے۔ میاں نواز شریف صاحب اور بےنظیر بھٹو صاحبہ کے ملک میں آنے پر قدغن نہ

لگائی جائے اگر ان کے خلاف کوئی جرائم ہیں تو عدالتیں یہاں موجود ہیں ' ان میں ان کے خلاف مقدمات چل سکتے ہیں ۔ ساجد نقوی صاحب بھی گرفتار ہیں ان کو بھی رہا کیا جائے۔ مجھے توقع ہے کہ ایک نئے دور کا آغاز ہوگا اور یہ فضا تب ہی بہتر ہوگی جب ہم ایک خوشگوار فضا میں اپنے اس نئے دور کا آغاز کریں ۔ شکریہ ۔

جناب چیئرمین: شکریہ جی ۔ بلیدی صاحب ۔

ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب چیئرمین الیڈر آف دی ہاؤس نے قومی اسمبلی میں ایک کمیٹی کا اعلان کیا تھا ۔ اس میں یہاں سے ممبران کی نامزدگی کردیں ۔ ----

(مداخلت)

جناب چیئرمین: ابھی جب اجلاس ختم ہوگا تو اس سے پہلے بات کرلیں ۔

It has been moved that the bill further to amend the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan [The Constitution (17th Amendment) Bill, 2003], be passed. The question may be put to vote by division. The bell will be rung and the doors will be closed. The honourable members alongwith their division number which is written on their respective seats will move by choice to the "Ayes" and "Nos". The bells may be rung. "Ayes" to the right and "Nos" to the left. The bells may be rung. The Senate staff will lock all the entrances to the lobby. The Senate staff may look all the entrances after the bell stop ringing.

(pause)

Mr. Chairman: The bells have stopped ringing. The Senate staff may lock the entrances to the lobby. Now, I put the question. The question before the House is that the bill further to amend the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan [The Constitution (17th

Amendment) Bill, 2003] be passed. The honourable members alongwith their division numbers may please move to the "Ayes" to my right and "Nos" to my left as they wish.

جی counting کریں۔

(interval for division)

(اس مرحلے پر گنتی شروع ہوئی)

Mr. Chairman: May I Please have your attention. The result of the division have been received. Therefore, all the entrances be unlocked, honourable members are requested to move. Please seat themselves. I will now announce the result of the voting. 72 members are in favour of the motion regarding passage of the bill and none against it, no abstention. So the motion is carried by the vote of not less than 2/3rd of the total membership of the Senate and consequently the bill stands passed.

There was large participation and extensive discussions were held on this important bill. I compliment all those who participated and felicitate this House on this legislation. Yes Prime Minister.

میر ظفر اللہ خان جمالی (وزیراعظم پاکستان) : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ جناب والا! سب سے پہلے میں ایوان بالا کو مبارکباد دیتا ہوں جنہوں نے دو تہائی اکثریت سے اس بل کو پاس کیا اور ایک ایکٹ کی شکل میں اب یہ صدر صاحب کے پاس جائے گا for authentication and approval. اس بل پر قومی اسمبلی میں بھی چار پانچ دن متواتر بحث مباحثے ہوئے ہیں۔ یہاں سینیٹ میں بھی۔ جہاں تک تفصیلی نکات ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ ان کی وضاحتیں بہت اچھی طرح کی گئیں، چاہے treasury benches سے، چاہے متحدہ مجلس عمل کی طرف سے اور جو باقی پارٹیوں کے لیڈران کرام تھے انہوں نے اپنا نقطہ نظر پیش کیا۔

جمہوری تقاضوں کو آگے لے کر چلنے کے لئے اور اس نظام کو بچانے کے لئے' پارلیمنٹ کا وقار بلند کرنے کے لئے اور جمہوریت کو پنپنے کے لئے میں سمجھتا ہوں ہر فریق نے قربانی دی۔

لوگ کہتے ہیں کہ جناب تاریخ میں کیا لکھا جائے گا۔ جناب والا! میں تاریخ کا طالب علم ہوں۔ جب سے میں assemblies اور Parliaments کا ممبر بنتا رہا ہوں اس تاریخ کو میں اگر دہرانا شروع کر دوں تو یہ بہت لمبا قصہ ہوگا اور اس وقت مناسب نہیں ہوگا کہ حضرات نے کن ادوار میں ' کن حالات میں کیا کیا روش رکھی اور کس طریقے سے اقتدار میں بھی آئے اور اپوزیشن میں بھی رہے۔ یہ قصہ پارینہ ہونا چاہیے۔

ہم' جو پاکستان کا آنے والا کل ہے اس میں پاکستان کے عوام کے لئے'پاکستانی nation کے لئے کیا خدمت کر سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں اس میں ہم سب برابر کے شریک ہیں' ہم سب کی برابر کی شراکت ہے' ہم سب کے لئے برابر کی ذمہ داری ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ میں بحیثیت وزیر اعظم یا پارلیمانی گروپ جو ہمارے ساتھ ہے اور جو ہماری allied parties ہیں' میرے دوست' میری اپنی پارٹی اور ایم ایم اے یا ہم اکیلے آگے چل سکیں گے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ایک دوسرے کی غلطیوں کی نشاندہی کرنا ہم سب کا فرض ہے۔ ہماری اصلاح اس وقت ہی ہو سکتی ہے جب کوئی کھلے دل سے ' کھلے ذہن سے یہ کہے کہ جناب! یہ گورنمنٹ صحیح راستے پر نہیں چل رہی یا کہیں سستی ' کوتاہی ہو جاتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ایم ایم اے اتنی صلاحیت ضرور رکھتی ہے اور بے دھڑک اور بے غرض ہو کر انہوں نے پہلے بھی ہمارے ساتھ دوستی نبھائی ہے اور رہنمائی کی ہے۔ میں اب بھی توقع کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں اور گزارش کرتا ہوں ان سے کہ ایسی کوئی بات ہو تو بلا جھجک کسی وقت بھی ہماری اصلاح کے لئے ' پاکستان کی بہتری کے لئے جب کوئی حکم فرمائیں گے انشاء اللہ ہم کو پیچھے نہیں پائیں گے۔ میں ان کو یقین سے کہتا ہوں۔ ان تمام چیزوں کے باوجود بہت سی چیزیں ایسی تھیں' وہ discussion میں یہاں بھی سنتا رہا' chamber میں بیٹھ کر بھی سنتا رہا۔ میں اس تفصیل میں نہیں جانا چاہتا کیونکہ وسیم سجاد صاحب نے اتنے بہترین دلائل دیئے جس کا ہم تو practical حصہ تھے اس زمانے میں بھی' تو میں سمجھتا ہوں ان دلائل کے بعد کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔ جب کہ سمجھنے والے سمجھ جائیں کہ پرانے ادوار میں کیا گزرا تھا۔

اس کے علاوہ یہاں پر کچھ اور چیزیں کہی گئیں۔ جہاں تک زرداری صاحب کا سوال ہے یہاں جاوید ہاشمی کا سوال ہے یا عابد شیر علی کا سوال ہے، میں صرف اتنی گزارش ضرور کروں گا کہ let thelaw of the land apply equitably to everybody. چاہے وہ عام شہری ہو، چاہے Member of Parliament ہو، چاہے Prime Minister ہو، Chief Minister ہو، کوئیبھی ہو۔ جب تک کہ ہم قانون کی پاسداری نہیں کریں گے یا قانون کا پاس نہیں رکھیں گے، میں سمجھتا ہوں کہ حالات میں پیچیدگیاں بڑھیں گی، کم نہیں ہوں گی۔ میں تو یقین دہانی یہی کرا سکتاہوں کہ جو حضرات پہلے باہر جا چکے ہیں ہمیں ان سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ اسی بارے میں ٹوکتے تھے، بحث کرتے تھے، مخالفت کرتے تھے، اپوزیشن کرتے تھے، پرواہ نہیں۔ بے شک کوئی بھیواپس آنا چاہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں نے پہلےبھی کہا I am on record with the Press and on television and with everybody کہ اگر ان کے خلاف قانون کے تحت cases ہیں تو court of law کھلی ہے، بے شک چلے جائیں وہاں پر۔ Court of law کوئی بھی فیصلہ دے دے we will respect it. If I do not respect the order of the courtof law, tomorrow I might be facing the same stance. I have to see for afuture for everybody تو مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ اگر کوئی پہلے چلے گئے ہیں، کن کے دور میں گئے مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے I leave it to the betterjudgement. کون صاحب کس دور میں گرفتار ہوا I leave it to the better judgement. اس سے ہمارا سروکار نہیں ہے

as a government of today, but as a citizen of Pakistan it is a cause of concern, it has been acause of concern. This would have been the people at the highest level and even the Parliamentarians and others as I see my future, my children future, the Parliament's future, the future of the democracy. I think all are requirements that you all have to face. These are all facts of life.

I want to start with a new Pakistan, as far as we concerned as very appropriately put in by Prof. Khurshid, I am grateful to him, that we

have to see tomorrow. if we start digging graves of the past, we will be caught up in quagmire and we will not be able to go ahead. To go ahead, we have to see how do we balance ourselves, what should be checks and balances, what is the future requirements of this country, not individuals, collective responsibilities, collective betterment for the people of this country, for Pakistan. As far as we are concerned, we are all equal citizens. I don't see any difference, I will never try to act or behave in that manner and I am sure *Alhamd-o-Lillah*. I can say with comforts, peace and all humility that whatever the cases have been, I will try to be stable, humble and decent. I have respected people and I am grateful to them, they have given me equal respect, this is a rule of law, this is how it should be as far as the amendment and bill is concerned

جناب چیئرمین! میں اتنی گزارش ضرور کروں گا کہ پرویز مشرف صاحب جن کو سپریم کورٹ نے بھی اجازت دی تھی، اختیارات دیئے تھے، ایک عرصے کی بات ہے I am not going to that ایک چیز میں ضرور عرض کروں گا کہ جہاں تک میں نے عرض کیا flexibility کا معاملہ ہے، میں سمجھتا ہوں سارے Treasury Benches میں ، میری کیبنٹ، ہمارے colleagues ، ہمارے allied partners اور MMA جتنے بھی ہیں، جو President صاحب کا اپنا رویہ رہا ہے، لوگوں نے سمجھا کہ بہت سخت یا غیر لچکدار ہے، حالات نے بتا دیا کہ ان میں لچک کتنی ہے، ان میں flexibility کتنی ہے، وہ کتنے straight forward آدمی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے آپ چلیں، حالات بہتر ہوں گے اور انشاء اللہ جہاں تک میرا تعلق ہے you will not find me wanting, we are grateful to him, all of us.

ایک اور بات یہاں پر کہی گئی کہ 31 دسمبر 2004ء تک آخری dead line ہے یا چھ سال اس 6th schedule کی dead line ہے۔ میں تسلی اور تشفی کے لئے اتنا ضرور عرض کروں گا کہ ہماری کارگزاری پر ، performance پر دار و مدار ہے۔ ہماری performance کتنی

اچھی ہوتی ہے۔ مجھے یقین ہے انشاء اللہ اچھی چلے گی۔ دوستوں، بھائیوں اور بزرگوں کا تجربہ ہے۔ میں مشکل سے سیاست میں ابھی enter ہی ہوا تھا تو اس زمانے میں پروفیسر غفور صاحب member of the Parliament تھے اور ہم بڑی دلچسپی کے ساتھ تقریریں سنتے تھے، اب ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہم ایک ہی پارلیمنٹ میں اکٹھے بیٹھتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں ان کے تجربے سے ہم سیکھیں۔ جو دوسرے دوست ہیں وہ ہمیں guide line دیں، ہمیں بتائیں، ہم کہیں بھی fault کرتے ہیں، and there is a requirement میں ان سے بھی گزارش کرتا ہوں۔ پاکستان کے لئے کوئی بھی قربانی چھوٹی نہیں ہو گی، بڑی نہیں ہو گی۔ جناب چیئرمین !! اگر ہم بڑے اور چھوٹے کا سوال لے لیں تو ہم اسی الجھن میں پڑے رہیں گے۔ اس ملک کے لئے اور اس ملک کے نظام کو چلانے کے لئے بہت سے لوگوں نے قربانیاں دی ہیں۔ یہ چیز ضرور ہے کہ جو basic principle ہے اس پر سارے ہمارے دوست بھائی، parties, groups اپنے موقف پر ڈٹے رہے ہیں مگر لچک، flexibility اتنی رکھی ہے کہ we were able to pass this seventeenth amendment today. مجھے یقین ہے کہ اس کے نتائج اچھے نکلیں گے، اس کا اثر اچھا پڑے گا۔ مگر اس میں یہ چیز ضرور ہے کہ ہمیں commitment اور dedication کے ساتھ، ایمانداری کے ساتھ کام کرنا ہوگا۔ ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچنے کی ضرورت نہیں ہوگی، ایک دوسرے کو اعتماد میں لینا ہو گا، ایک دوسرے پر اعتبار کرنا ہوگا، اپنی ذات کے لئے کسی اور کو نقصان نہیں پہنچانا ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بنیادی اصول پورے نہیں کر سکیں گے تو ہمارے لئے یہ منزل دور ہو تی جائے گی اور یہ راستہ اور زیادہ کٹھن ہو گا۔ مگر میں اپنی پارٹی کی طرف سے جس کے President چوہدری شجاعت صاحب ہیں، اپنی allied پارٹیوں کے heads کی طرف سے، ان پارٹیوں کی طرف سے یقین دلاتا ہوں کہ جس اعتماد کے ساتھ اور جس قربانی کے ساتھ ہمارا اور MMA کا یہ مشترکہ سمجھوتہ ہوا ہے، انشاء اللہ اس پر آنچ نہیں آنے دیں گے، یہ میں آپ کو یقین سے کہہ سکتا ہوں۔ Parliamentary committee کا ذکر کیا گیا جو آئین میں ترمیم کے متعلق ہے، ان کی جانچ پڑتال کے لئے جناب چیئرمین! parliamentary committee ہو گی جس میں سینیٹ اور قومی اسمبلی دونوں کے ممبران ہوں گے اور مشورے کے ساتھ ممبران مقرر بھی کریں گے۔ ان کے parameters بھی طے کریں گے۔ جو کمیٹی بیٹھے گی

اور انشاء اللہ وہی اس پر جو سفارشات لے آئیں گے، ہماری کوشش اور ارادہ یہ ہو گا کہ اس کو ہم آگے لے کر چلیں۔ 1985 کی آٹھویں ترمیم کے بارے میں جو committees بنیں اگر وہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکی، اس میں شاید ذمہ داری کچھ اور دوستوں کی ہو گی، بغیر نام لئے ہوئے، اگر ہم commitment کریں گے تو انشاء اللہ اس کو honour کریں گے، میں اتنا یقین سے کہہ سکتا ہوں، میں تمام سینیٹرز یا سینیٹ میں--- کل میں نے ممبران قومی اسمبلی کا بھی شکریہ ادا کیا تھا، آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اسی تسلی اور تشفی کے ساتھ کہ انشاء اللہ آج 30 دسمبر 2003 سے لے کر آئندہ کی جو منزل ہے رب العزت سے سوال کریں، منت کریں، دعا مانگیں کہ پاکستان کے لئے اور ہم سب کے لئے سہل کرے۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

(اس موقع پر ایوان میں ڈیسک بجائے گئے)

پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں ختم کرتے ہیں۔

پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! ضروری وضاحت کرنی ہے یعنی محترم وزیر اعظم نے جو بات کی ہے، ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اس سے پہلے بھی ایوان میں یہ بات کی گئی ہے، جہاں تک Constitutional Bill کا تعلق ہے، Constitutional Bill جب قومی اسمبلی اور سینیٹ سے پاس ہو جاتا ہے تو ملک کا قانون بن جاتا ہے۔ اس کے لئے President کی assent کی ضرورت نہیں ہے۔ 238 اور 269 کے تحت یہ clarification ہے، assent جائے گی صرف باقی تمام bills کے لئے۔ جس وقت سینیٹ نے اس کو پاس کر لیا وہ اب part of the Constitution ہے۔

Mr. Chairman: Thank you. Mr. Hiraj.

Mr. Muhammad Raza Hayat Hiraj: Thank you Mr. Chairman sir. I beg to move that under Rule 239 of Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, that the House may be permitted to use its Chamber for forthcoming vote of confidence of the President of

Mr. Chairman: And now, I put it to vote of the House.

(The was motion carried)

Mr. Chairman: Now, I read out the prorogation order, received from the President.

"In exercise of the powers conferred by Clause 1 of Article 54 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, I hereby prorogue the Senate summoned on 29th December, 2003, on the conclusion of its business". Signed General Pervaiz Musharraf, President of Islamic Republic of Pakistan."

Sd/-

(General Pervaiz Musharraf)

President of Islamic Republic of Pakistan

[The House then prorogued sine die]